پاکستان میں سیاسی عدم استحکام اور اخلاقی زوال انتہا کو پہنچ چکا ہے

اگر اسلامی انقلاب نہ آیا تو پاکستان کی سلامتی شدید خطرات سے دوچار ہو سکتی ہے

روایتی علماء کی اکثریت نے مذہب کو پیشہ بنالیا' مذہبی جماعتوں سے انقلاب کی توقع نہیں

جماعت اسلامی شارٹ کٹ کے چکر میں ہے' تبلیغی جماعت کو اجتماعی نظام زندگی سے کوئی بحث نہیں

اقامت دین کی جدوجہد ایک مسلمان کے لئے فرض عین کا درجہ رکھتی ہے

مسجد دارالسلام باغِ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے ۱۷/ ستمبر ۹۹ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

(مرتب : فرقان دانش خان)

جیسا کہ میں پچھلے خطاب جمعہ میں تفصیل سے عرض کر چکا ہوں اس وقت ہمارے ملک میں وہ صورت حال ایک بار پھر پوری شدت سے پیدا ہو چکی ہے جو کئی بار وقفے وقفے سے دہرائی جاتی رہی ہے۔ یعنی سیاسی افراتفری' احتجاجی ہنگامے اور ان کے نتیجے میں حکومتوں کی تبدیلی کا ظہور پذیر ہونا۔ سب سے پہلی تبدیلی جو ۱۹۵۸ء میں پاکستان میں سول حکومت کے خاتمے اور مارشل لاء کے نفاذ کی صورت میں آئی تھی وہ کسی عوامی جدوجہد یا تحریک کا نتیجہ نہیں تھی لیکن ۶۹-۶۸ میں ایوب خان کے خلاف جو عوامی تحریک چلی جس کے نتیجے میں پہلے یحییٰ خان کا مارشل لاء اور پھر بھٹو صاحب آئے' اس کے پیچھے یقیناً ایک عوامی تحریک موجود تھی۔ اس کے بعد یہی کیفیت ۱۹۷۷ء میں پیدا ہوئی جب بھٹو کے خلاف ایک بڑی تحریک شروع ہوئی تھی' جسے بعد میں "تحریک نظام مصطفیٰ" کا نام دے دیا گیا۔ اس کے نتیجے میں ضیاء الحق کا مارشل لاء آیا۔ جس کے رد عمل کے طور پر ۱۹۸۵ء سے ۱۹۸۸ء تک تدریجاً ایک جدوجہد کا دور گزرا اور ملک کو آئین کی پٹڑی پر ڈالنے کے لئے ایم آر ڈی کی تحریک چلی جس کے بعد غیر جماعتی اور پھر جماعتی انتخابات جیسی کوششیں ہوئیں۔ اب یہ چوتھا دور ہے جب نواز شریف حکومت کے خلاف ایک عوامی تحریک اور احتجاجی محاذ آرائی کا آغاز ہو گیا ہے۔

اس صورتِ حال کا انجام کیا ہو گا اور اس کا حل کیا ہے؟ اس موضوع پر اپنے پچھلے جمعہ کے خطاب میں تفصیل کے ساتھ میں اظہار خیال کر چکا ہوں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ میرے نزدیک اس کے دو حل ہیں۔ ایک ماورائے آئین حل ہے۔ جس کی ایک شکل جو ہمارے ہاں ماضی میں بھی ہوتی رہی ہے کہ فوج کی در پردہ دخل اندازی ہو۔ مارشل لاء نہ لگے لیکن فوج حکومت کو مستعفی ہونے پر مجبور کر دے۔ اسی کے مشورے سے عبوری حکومت بنے اور ۹۰ دن میں انتخابات ہو جائیں۔ دوسرا راستہ یہ ہے کہ فوج براہ راست مارشل لاء نافذ کر دے۔ لیکن اسے بھی کچھ عرصہ کے بعد سولین رول کی طرف آنا پڑے گا۔ انتخابات ہوں گے اور لامحالہ ملک کو آئین کی راہ پر لانا پڑے گا۔ لیکن یہ دونوں راستے ماورائے آئین ہیں۔ دستور کے اندر رہتے ہوئے موجودہ سیاسی بحران کے حل کا طریقہ میرے نزدیک صرف یہی ہے کہ حکومت موجودہ سیاسی بحران کے حل کے لئے خود مڈ ٹرم الیکشن کرانے کا اعلان کر دے۔ مرکز میں نگران حکومت کے طور پر موجودہ حکومت برقرار رہے۔ تاہم صوبوں میں گورنر راج نافذ کر دیا جائے۔ اور یہ الیکشن فوج کی نگرانی میں کرائے جائیں تاکہ غیر جانبداری کی فضا میں یہ اہم معاملہ سرانجام پائے۔

میرا یہ مشورہ صرف فرمان نبویؐ "الدین النصیحہ" کے مطابق ہے' کوئی مانے یا نہ مانے اس سے ہمیں سروکار نہیں کیونکہ ہمارا اس حکومت مخالف احتجاجی عمل سے کوئی تعلق نہیں۔ ہاں کسی خالص دینی معاملے پر تحریک اٹھے جو واقعتاً اسلامی انقلاب برپا کرنے کے لئے شروع کی گئی ہو تو اس میں ہم ضرور شامل ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نظام مصطفیٰ تحریک میں بھی شامل نہیں ہوئے تھے۔ کیونکہ وہ اصلاً اینٹی بھٹو تحریک تھی۔ اس تحریک میں کسی دینی تحریک کے تقاضے ادنیٰ درجے میں بھی پورے نہیں کئے گئے تھے۔

ہمارا انتخابی عمل اور سیاسی احتجاجی تحریکوں سے دور رہنے کا فیصلہ بے بنیاد نہیں ہے بلکہ سوچا سمجھا فیصلہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم یہ یقین رکھتے ہیں کہ پاکستان کی بقاء صرف اسلام سے وابستہ ہے۔ اسلام کے علاوہ کسی دوسرے معاملہ پر سیاسی اکھاڑ پچھاڑ ملک کے لئے انتہائی نقصان دہ ہو گی۔ جبکہ اسلامی انقلاب صرف نبویؐ طریق پر جدوجہد کے نتیجے میں برپا ہو سکتا ہے۔ میں نے اپنی نوجوانی کے دو سال تحریک پاکستان کے ادنیٰ کارکن کے طور پر کام کیا۔ اس کے پیچھے بھی احیائے اسلام کی آرزو' خواہش اور توقع کا بنیادی جذبہ کارفرما تھا۔ جو علامہ اقبالؒ کی شاعری سے پیدا ہوا تھا۔

کتاب ملت بیضا کی پھر شیرازہ بندی ہے
یہ شاخِ ہاشمی کرنے کو ہے پھر برگ و بر پیدا

علامہ اقبال کے اسی نوعیت کے دوسرے اشعار سے [redacted] پاکستان میں جو ایک امید پیدا ہوئی تھی اُسے مسلم لیگ اور "پاکستان کا [redacted] نے مزید جلا بخشی جس کی وجہ سے میں تحریک پاکستان میں شامل ہوا۔ پاکستان بننے کے بعد دس سال تک میں نے پاکستان میں نفاذ اسلام کی غرض سے ڈٹ کر تحریک جماعت اسلامی کا بھرپور ساتھ دیا۔ اس دور میں شعوری طور پر مجھ پر یہ واضح تھا کہ اقامت دین کی جدوجہد ایک مسلمان کے لئے فرض عین ہے۔ اگر باطل کے زیر سایہ آپ زندگی گزارنے پر مجبور ہیں تو یہ آپ کا اولین فریضہ ہے کہ باطل کے اس غلبے کو ختم کرنے کے لئے جدوجہد کریں اور اپنا تن من دھن لگا دیں۔

جماعت اسلامی سے علیحدگی کی وجہ بھی یہی تھی کہ جب میں نے محسوس کیا کہ یہ تحریک انقلابی طریقہ کار سے منحرف ہو رہی ہے اور الیکشن کے راستے سے نفاذ اسلام کی

جس راہ بسیر (SHORT CUT) کو اختیار کرنے جا رہی ہے اس سے کچھ حاصل نہیں ہوگا' تو میں جماعت اسلامی سے علیحدہ ہوگیا۔ الحمدللہ میں آج تک اپنے اسی مؤقف پر قائم ہوں۔ تقریباً پندرہ سال بعد مولانا مودودی بھی اس رائے کے قائل ہو گئے تھے۔ لیکن اب وقت گزر چکا تھا' جماعت ایک خاص طرز پر چلنے کی خوگر اور عادی ہو چکی تھی چنانچہ پھر خواہش کے باوجود وہ اس کے رُخ کو تبدیل نہیں کر سکے۔

بہرحال اس کے بعد میں نے ۱۹۵۷ء سے ۱۹۶۵ء تک آٹھ سال انتظار کیا کہ شاید وہ اکابر اور علماء جو ۱۹۵۷ء میں جماعت اسلامی سے علیحدہ ہوئے تھے' اصل انقلابی طرز عمل کے مطابق دوبارہ سفر کا آغاز کر دیں گے۔ لیکن ان حضرات میں سے کوئی بھی یہ قدم نہ اٹھا سکا۔ چنانچہ میں نے ۶۵ء میں طے کیا کہ اپنی ذاتی سطح پر جو بھی مجھ سے بن پڑے میں خود تحریک کا آغاز کروں۔ لہٰذا میں ۱۹۶۵ء میں ساہیوال سے لاہور منتقل ہوا' جو کہ پاکستان کا "ام القریٰ" ہے۔ ویسے بھی کسی دیہات سے تحریکوں کا آغاز نہیں ہوا کرتا۔ ۶۵ء سے ۷۲ء تک میں نے لاہور میں بالکل تنہا کام کیا۔ اس دوران نہ کوئی جماعت تھی اور نہ کوئی ادارہ وجود میں آیا تھا۔ میری صرف ایک ہی دھن تھی اور وہ درس قرآن دینا تھا' یعنی میں نے اس عرصہ میں انفرادی طور پر دعوت رجوع الی القرآن کا کام کیا۔ ۱۹۷۲ء میں مرکزی انجمن خدام القرآن وجود میں آگئی۔ جس سے یہ کام مزید آگے بڑھا۔ چنانچہ ۱۹۷۵ء میں تنظیم اسلامی قائم ہوگئی۔ جس کا مقصد اقامت دین' اعلائے کلمۃ اللہ یا دوسرے لفظوں میں نظام خلافت قائم کرنا تھا۔ اس پس منظر کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس دوران ملک میں بہت سے سیاسی نشیب و فراز آئے۔ جس میں بہت سے لوگوں نے سیاسی کھیل کھیلے اور وقت کی بہتی گنگا میں ہاتھ دھوئے۔ اگر میرے اندر ذرا سا بھی سیاسی صورت حال سے فائدہ اٹھانے کا کوئی رجحان ہوتا تو میں بھی کسی موقع پر اس بہتے دریا میں ہاتھ دھو لیتا' لیکن اللہ کا شکر ہے کہ اس پورے عرصہ میں سیاست و ریاست کے ایوانوں سے میرا کوئی تعلق نہیں رہا سوائے ان دو ماہ کے جب میں ایک غلط فہمی کی بنیاد پر صدر ضیاء الحق کی شوریٰ میں شامل ہو گیا تھا لیکن دو ہی ماہ بعد استعفیٰ دے کر واپس چلا آیا۔

اب آیئے پاکستان کے امراض کا تجزیہ اور تشخیص کر کے دیکھیں کہ وہ ملک جو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا ہماری غلط حکمت عملیوں کے باعث آج کہاں کھڑا ہے۔ میرا چار نکاتی تجزیہ یہ ہے کہ :

۱) پاکستان میں سیاسی عدم استحکام عروج پر ہے۔ کوئی سیاسی ادارہ' حتیٰ کہ قوم کا سیاسی شعور مستحکم نہیں ہے۔ اخلاقی زوال انتہا کو پہنچ چکا ہے۔ دیانت' امانت اور ایفائے عہد کے وصف سے پوری قوم عاری ہو چکی ہے۔ معاشی بدحالی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ ہم آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے غلام بن چکے ہیں اور جلد یا بدیر ملک کا دیوالیہ نکلنے کو ہے۔ ناقص نظام تعلیم کے باعث آئندہ نسل سے بھی کوئی امید نہیں کہ وہ ملک و قوم کی ترقی میں فیصلہ کن کردار ادا کر سکے۔

۲) ان امراض کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم آج بھی انگریز کے چھوڑے ہوئے نظام کو سینے سے لگائے بیٹھے ہیں۔ ہماری معیشت سودی نظام پر استوار ہے۔ بدترین استحصالی جاگیردارانہ نظام کو ختم کرنے کے لئے ہم نے سرے سے کوئی کوشش نہیں کی۔ چنانچہ قیام پاکستان کے مقصد سے انحراف اور اللہ سے نفاذ اسلام کے کئے گئے وعدہ کی عہد شکنی کی سزا کے طور پر اللہ نے بحیثیت مجموعی پوری قوم پر منافقت مسلط کر دی ہے۔

۳) اجتماعی توبہ اور اُس کے نتیجے میں اسلامی انقلاب سے کمتر پاکستان کی بقا اور استحکام کا کوئی حل نہیں۔

۴) اگر اسلامی انقلاب نہ آیا اور موجودہ صورتحال برقرار رہی تو (خاکم بدہن) پاکستان کی سلامتی شدید خطرات سے دوچار ہو جائے گی اور شدید اندیشہ ہے کہ پھر موجودہ پاکستان بھارت کی ایک ذیلی ریاست بن جائے یا اکھنڈ بھارت کا حصہ بن کر اس میں ضم ہو جائے' جس کا آغاز حالیہ سانحہ کارگل کی صورت میں ہو چکا ہے کہ جس میں ہم نے بالواسطہ طور پر بھارت کی بالادستی کو تسلیم کرتے ہوئے پسپائی اختیار کی ہے۔

دوسری طرف پاکستان میں اسلامی انقلاب برپا کرنے کے امکانات کا جائزہ لیا جائے تو اس کی بھی کوئی صورت نظر نہیں آئی کیونکہ عوام کی غالب اکثریت رسمی مسلمانوں پر مشتمل ہے جن کا حقیقی اسلام' ایمان اور دین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ نہ ہی موجودہ حکومت سے نفاذ اسلام کی کوئی امید ہے۔ اگرچہ ابتداء میں شریف فیملی کے دوبار میرے پاس چل کر آنے کی وجہ سے مجھے وقتی طور پر کچھ امید ہو چلی تھی کہ شاید یہ لوگ نفاذ اسلام کے معاملے میں مخلص ہیں۔ یہی گمان مجھے جنرل ضیاء الحق کے بارے میں بھی ہوا تھا جو بہت جلد رفع ہو گیا تھا۔ لہٰذا میں نے جنوری ۱۹۹۹ء میں پبلک پلیٹ فارم سے یہ اعلان کر دیا تھا کہ شریف فیملی سے اب مجھے کسی درجے میں بھی خیر کی امید باقی نہیں رہی۔

مذہبی جماعتوں کا حال یہ ہے کہ ان کی اکثریت بھی فرقہ واریت پر مبنی ہے۔ سیاسی طور پر ان کی کوئی قابل ذکر حیثیت نہیں۔ روایتی علماء کی اکثریت نے مذہب کو پیشہ بنا لیا ہے۔ علماء حق اول تو ہیں ہی بہت کم' اور جو ہیں وہ کچھ زیادہ مؤثر نہیں لہٰذا ان مذہبی جماعتوں سے بھی اسلامی انقلاب کی کوئی توقع نہیں کی جا سکتی۔ غیر فرقہ وارانہ تحریکوں میں تبلیغی جماعت اور جماعت اسلامی قابل ذکر ہیں۔ تبلیغی جماعت کے پیش نظر چونکہ صرف افراد کی اصلاح ہے' اجتماعی نظام زندگی سے انہیں کوئی بحث ہی نہیں' اس لئے تبلیغی جماعت سے اسلامی انقلاب کی امید رکھنا بیکار ہے۔ جماعت اسلامی جو گزشتہ چالیس سالوں سے انتخاب کی دلدل میں پھنسی ہوئی تھی اب انتخابات سے مایوس ہو چکی ہے لیکن اس کے باوجود وہ اسلامی انقلاب کے لئے منہاج محمدیؐ کی راہ اپنانے کے بجائے شارٹ کٹ کے چکر میں پڑی ہوئی ہے۔ اور اس انتظار میں ہے کہ کوئی طاقتور ہاتھ اقتدار کی ڈور ان کے ہاتھ میں تھما دے۔ جماعت اسلامی جب تک حضورؐ کے طریقہ کو اپنا کر کسی خالص دینی مسئلہ کو بنیاد بنا کر تحریک نہیں چلائے گی اسلامی انقلاب کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ اللہ سے ہماری دعا ہے کہ وہ قاضی حسین احمد کو اسلامی انقلاب کا درست راستہ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

میری جماعت تنظیم اسلامی ایک چھوٹی جماعت ہے تاہم منہاج محمدیؐ کے مطابق آج ملک میں اسلامی انقلاب کے لئے صرف یہی جماعت جدوجہد کر رہی ہے۔ اس کی رفتار اگرچہ ابھی سست ہے تاہم لائحہ عمل اور سمت درست ہے۔

اس پس منظر سے قطع نظر' پاکستان کے موجودہ حالات یہ ہیں کہ اپوزیشن کی ۱۹ جماعتوں کا حکومت مخالف اتحاد جو اب تک بے نام تھا اسے گرینڈ ڈیموکریٹک الائنس کا نام دیا جا چکا ہے' جبکہ پاکستان عوامی اتحاد نے بھی کہا ہے کہ وہ کراچی اور سندھ میں اپنی احتجاجی تحریک جاری رکھے گا۔ لہٰذا حالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ مستقبل قریب میں حکومت اپوزیشن محاذ آرائی میں شدت پیدا ہوگی۔ حالات و واقعات سے اب یہ بات بھی ظاہر ہو چکی ہے کہ موجودہ حکومت اور فوج کے درمیان محاذ آرائی کی کیفیت موجود ہے۔ اور اگر یہ خلیج وسیع تر ہوتی گئی تو پاکستان کے وجود کے لئے انتہائی خطرناک ہو سکتی ہے کیونکہ اوپر بیان کئے گئے عوامل کے اثرات تو وقت کے ساتھ ساتھ ظاہر ہوں گے لیکن فوج اور حکومت کے اختلافات کا نتیجہ ماضی میں بھی فوری ظاہر ہوتا رہا ہے اور اگر اس بار فوج نے کوئی اقدام کیا تو ملک و ملت کے لئے تباہ کن ثابت ہوگا۔ لہٰذا ملک کی بقاء کے لئے فوری حل تو وہی ہے جو ہم نے دستور کے تحت چار نکات پیش کئے ہیں لیکن پاکستان کے مسائل کا حقیقی اور پائیدار حل صرف اور صرف اسلامی انقلاب میں مضمر ہے۔ OO

حکومت فوج تعلقات!

مرزا ایوب بیگ کا تجزیہ

ندائے خلافت کے قارئین کو یقیناً یاد ہو گا کہ راقم نے ان سطور میں ایک مرتبہ پہلے بھی عرض کیا تھا کہ باون سال میں جتنی تیزی سے اور جتنی زیادہ مقدار میں پاکستان نے تاریخ کو مواد مہیا کیا ہے اس معاملے میں دنیا کا کوئی اور ملک اس کی گردِ پا کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ آج اس میں یہ اضافہ بھی کر لیں کہ تاریخ کو فراہم کیا جانے والا یہ مواد عجیب و غریب ہی نہیں مضحکہ خیز بھی ہوتا ہے۔ کارگل کی جنگ کے دوران سابق سیکرٹری خارجہ اور سینئر بیورو کریٹ جناب نیاز اے نائیک کے بارے میں شنید ہوئی کہ وہ اچانک بھارت جا پہنچے ہیں اور بھارتی وزیراعظم واجپائی نے انہیں شرفِ ملاقات بھی بخشا ہے۔ اس وقت محاذِ جنگ سے پاکستانی نقطہ نظر سے بڑی خوش کن خبریں آ رہی تھیں۔ چوٹیوں پر دوبارہ قبضہ حاصل کرنے کیلئے جو بھارتی فوجی اوپر چڑھائی کرتے تھے پاکستانی افواج انہیں گاجر مولیوں کی طرح کاٹ رہے تھے۔ پاکستان بھارتی فضائیہ کے دو مگ طیارے گرا چکا تھا۔ پالم ایئرپورٹ پر جو قطار در قطار لاشیں اتر رہی تھیں اس سے بھارت میں کہرام مچا ہوا تھا۔ بھارتی میڈیا خصوصاً زی ٹی وی بین کر رہا تھا۔ اس وقت پہلی خبر ان ہی حضرت (نیاز اے نائیک) کے ذریعے عوام تک پہنچی اور انہوں نے بی بی سی کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ انہوں نے بھارتی وزیراعظم سے مذاکرات کئے ہیں اور پاکستانی فوجیوں یا مجاہدوں کے چوٹیاں خالی کر دینے کے بارے میں مذاکرات کیلئے عنقریب فوجی سطح پر رابطہ ہو گا۔ اس خبر کی اشاعت پر پاکستان میں زبردست لے دے ہوئی لیکن حکومت پاکستان نے کہہ دیا کہ نیاز اے نائیک نجی سطح پر بھارت گئے تھے اور واجپائی سے ان کی ملاقات کا کارگل کی جنگ سے کوئی تعلق نہیں اور نہ پاکستانی حکومت کا ان کے دورے سے کوئی تعلق ہے' لیکن اس وقت بھی ان پاکستانیوں کا ماتھا ٹھنکا تھا جو موجودہ حکمران خاندان کے مزاج آشنا ہیں۔

بعد ازاں معلوم ہوا کہ نیاز اے نائیک چارٹرڈ طیارے میں دہلی تشریف لے گئے تھے اور حالات نے حکومت کو مجبور کر دیا کہ وہ تسلیم کرے کہ نیاز اے نائیک حکومتی نمائندے کی حیثیت سے بھارت گئے تھے اور کارگل کی پہاڑیوں سے withdrawal کا جو عندیہ دے کر آئے تھے' حکومت پاکستان کی رضامندی سے بلکہ حکومت کی خواہش پر وہ یہ پیغام لے کر گئے تھے۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ تو اخبارات اور رسائل و جرائد میں پڑھ پڑھ کر عوام کو ازبر ہو چکا ہو گا۔ چند روز پہلے ان ہی محترم (نیاز اے نائیک) نے اخباری نمائندوں سے باتیں کرتے ہوئے یہ شوشہ چھوڑا ہے کہ پاکستان اور بھارت میں کشمیر کا مسئلہ حل ہونے کو تھا' اعلان لاہور اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھی لیکن فوج نے اچانک کارگل کا ایشو کھڑا کر کے مذاکرات کو Sabotage کر دیا۔ اور بات بنتی بنتی رہ گئی۔ ان کے اس بیان سے بآسانی درج ذیل نتائج برآمد کئے جا سکتے ہیں:

1) کارگل میں بے مقصد خونریزی کی ذمہ دار فوج تھی لہٰذا شہداء کے ورثاء جو آج کل انتہائی سخت زبان میں حکومت کے خلاف بیان دے رہے ہیں' وہ اپنی توپوں کا رخ فوجی قیادت کی طرف پھیر دیں۔

2) ملک و قوم کو سانحہ کارگل کی وجہ سے جو ذلت اور ہزیمت اٹھانی پڑی ہے اس میں حکومت بے قصور ہے' یہ سب کچھ فوج کی غیر ذمہ دارانہ حرکت کی وجہ سے ہوا۔

3) حکومت پاکستان بھارت سے مذاکرات کے ذریعے کشمیر کا مسئلہ طے کرانے کو تھی کہ فوج کی مداخلت کی وجہ سے کام بنتا بنتا رہ گیا۔ دو دن تک نیاز اے نائیک کی طرف سے اس اخباری بیان کی کوئی تردید نہ ہوئی لیکن ان دو دنوں میں جب ایک ہنگامہ کھڑا ہو گیا اور فوج نے بھی نائیک کے بیان پر سخت ردعمل کا اظہار کیا تو نیاز اے نائیک کی طرف سے بیان آ گیا کہ انہوں نے تو سرے سے کوئی بیان دیا ہی نہیں اور ان کی طرف بے بنیاد اور من گھڑت باتیں منسوب کی گئی ہیں' جبکہ نمائندہ جنگ شاہد جتوئی نے اپنی خبر کی صحت پر اصرار کیا۔ بہرحال حکومت Confusion پیدا کر دینے میں کامیاب ہو گئی اور اب سانحہ کارگل کا ذمہ دار کوئی حکومت کو ٹھہرا رہا ہے تو کوئی فوج کو۔

جہاں تک حکومت کے اس دعویٰ کا تعلق ہے کہ حکومت اور فوج کے مابین کوئی اختلافات نہیں تو جو نتائج نیاز اے نائیک کے بیان سے راقم نے اخذ کئے ہیں ان میں دو باتیں مزید جمع کر دیں تو حکومت کے اس دعوے کی مزید پرکھ کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔ ایک وزیر خزانہ اسحاق ڈار کا تاجروں کی ہڑتال کے دوران یہ بیان کہ دفاعی تیاریوں کیلئے ٹیکس لگانا حکومت کی مجبوری ہے اور دوسرا یہ کہ جب بھارت کی طرف سے برطانیہ اور امریکہ کے اخبارات میں فوج کے خلاف اشتہارات شائع ہوئے تو وزارت خارجہ اور اطلاعات سے یہ مطالبہ ہوا کہ وہ اپنی فوج کے دفاع میں اشتہارات شائع کروائیں' تو جواب دیا گیا کہ ان اشتہارات کی لاگت دس لاکھ ڈالر ہے' ہم کہاں سے اتنی رقم لائیں۔ لیکن برطانیہ اور امریکہ میں مقیم محب وطن پاکستانی جب اپنے ہاتھوں میں چیک لئے اپنے سفارت خانوں پر پہنچے تو ان پر سفارت خانوں کے دروازے بند کر دیئے گئے۔ بہرحال کارگل کے مسئلہ پر جو ذلت و رسوائی ہمیں اٹھانا پڑی اس کے علاوہ ایک بہت خوفناک نقصان یہ پہنچا کہ حکومت اور فوج کے تعلقات میں دراڑ آ چکی ہے۔

اب اسے حسن اتفاق کہئے یا سوئے اتفاق کہ کارگل کے زخم ابھی مندمل نہیں ہوئے تھے کہ ۲۴/ ستمبر ۱۹۹۹ء کی وہ تاریخ سر پر آ پہنچی جس کے بارے میں گزشتہ سال میاں نواز شریف صدر کلنٹن سے وعدہ کر آئے تھے کہ پاکستان سی ٹی بی ٹی پر دستخط کر دے گا۔ حالانکہ پاکستان این پی ٹی پر دستخط کرنے کے حوالے سے ہمیشہ یہ کہتا تھا کہ وہ اس وقت تک اس دستاویز پر دستخط نہیں کرے گا جب تک بھارت نہیں کرے گا۔ لیکن بہت کم لوگوں کے علم میں یہ بات ہوگی کہ نواز شریف سے گزشتہ سال سی ٹی بی ٹی پر دستخطوں کے حوالے سے جو وعدہ لیا گیا تھا اس کی بنیادی شرط یہ تھی کہ پاکستان بھارت سے خود کو اس معاملے میں الگ رکھے گا اور بھارت کے دستخط نہ کرنے کو عذر نہیں بنائے گا۔ راقم کی رائے میں بھارت میں مرکزی اسمبلی مارچ اواخر یا اپریل کے آغاز میں ٹوٹنے کے باوجود گرمی کا عذر تراش کر صدر نے اپنے خصوصی اختیارات استعمال کرتے ہوئے جو

ستمبر اور اکتوبر میں انتخابات کے انعقاد کا فیصلہ کیا تو صرف اس لئے کہ ستمبر میں جب سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے کی آخری تاریخ ہوگی تو اس کے پاس معقول عذر ہوگا کہ عبوری حکومت یہ دستخط کرنے کی مجاز نہیں۔ یاد رہے کہ بھارت کی تاریخ میں پہلی مرتبہ اسمبلی ٹوٹنے اور نئے انتخابات میں اتنا طویل وقفہ آیا۔ تاکہ پاکستان سے کہا جاسکے کہ اولاً تو آپ یہ قول دے چکے ہیں کہ آپ سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے کے حوالے سے خود کو بھارت سے الگ رکھیں گے اور ثانیاً یہ کہ جونہی بھارت میں منتخب حکومت وجود میں آئے گی بھارت بھی دستخط کردے گا' اس طرح پاکستان کو ٹریپ کرلیا جائے۔ پھر بھارت کو سلامتی کونسل کی مستقل رکنیت دے کر اور اسے ایٹمی قوت تسلیم کرکے بھارت سے دستخط حاصل کئے جائیں جس کے نتیجے میں بھارت ایٹمی برہمنوں اور پاکستان ایٹمی شودروں کی صف میں آجائے گا۔

قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ فوجی جرنیلوں کو مشتعل دیکھ کر میاں نواز شریف ایک طرف تو سی ٹی بی ٹی پر فوری طور پر دستخط کرنے سے گریز کریں گے اور دوسری طرف امریکہ کو راضی رکھنے کیلئے انہوں نے اس سے مہلت طلب کی ہے۔ یہ دوسرا موقع ہے کہ انتہائی حساس نوعیت کے مذاکرات کیلئے وزیر خارجہ 'وزیر مملکت برائے امور خارجہ' خارجہ سیکرٹری اور پارلیمانی سیکرٹری برائے خارجہ امور کے ہوتے ہوئے وزیراعظم نے ان سب کو نظر انداز کرکے اپنے برادر خورد میاں شہباز شریف جو صوبہ پنجاب کے وزیراعلیٰ ہیں' انہیں امریکہ روانہ کیا ہے۔ اگرچہ سرکاری طور پر یہ اعلان کیا گیا کہ وہ نجی نوعیت کے دورے پر جارہے ہیں اور وہاں کمپیوٹر کے شعبہ سے تعلق رکھنے والے تاجروں سے ملاقات کریں گے لیکن امریکہ پہنچ کر اگرچہ انہیں سربراہ مملکت کا پروٹوکول تو نہیں دیا گیا لیکن صدر کلنٹن کے علاوہ امریکی حکومت کے اعلیٰ ترین عہدیداران سے جتنی پے درپے ملاقاتیں ہوئی ہیں' وہ کسی سربراہ مملکت ہی کیلئے arrange کی جاسکتی ہیں۔ یہاں یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ شہباز شریف کو رسمی طور پر بھی حکومتی ایلچی کی حیثیت نہیں دی گئی تھی۔

اس سے پہلے کہ حکومت فوج تعلقات کے حوالے سے بات آگے بڑھے ضمناً یہ عرض کردینا ضروری ہے کہ میاں نواز شریف کا انداز حکومت کچھ اس طرح کا ہے جیسے خاندان شریفاں کی حکومت قائم ہوگئی ہے۔ انتہائی اہم معاملات میں میاں صاحب بھاگے بھاگے لاہور آتے ہیں تاکہ اباجی سے مشورہ کیا جاسکے۔ یہاں ایک لطیفہ قاضی حسین احمد صاحب کی زبان سے سن لیں جو اخبارات میں شائع ہوا تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میاں صاحب کے سابقہ دور میں جب صدر غلام اسحاق خان سے ان کی محاذ آرائی اپنے عروج پر تھی تو فوج نے تجویز دی کہ دونوں چھٹی کریں یعنی میاں صاحب اسمبلی توڑ دیں اور غلام اسحاق استعفیٰ دے دیں۔ میاں صاحب نے کچھ مہلت مانگی اور لاہور آگئے۔ جب اگلے روز آرمی چیف نے پوچھا کہ آپ نے کیا فیصلہ کیا ہے تو ہمارے وزیراعظم کہنے لگے "اباجی نہیں مانتے"۔

داخلی یا خارجی سطح پر کوئی بحرانی کیفیت پیدا ہوجائے تو میاں صاحب کے ۸۶ مشیروں کو خود کچھ علم نہیں ہوتا جبکہ وزیراعلیٰ پنجاب اس میدان میں پوری تیاری سے اتر چکے ہوتے ہیں۔ یہ طرز عمل انتہائی خطرناک ہے' خاص طور پر علاقائی جماعتوں اور علاقائی لیڈروں کیلئے اشتعال انگیز ہے۔ آج کل ویسے بھی اہم مرکزی عہدوں پر پنجابیوں کے سوا کسی دوسرے صوبے کی نمائندگی نہ ہونے کے برابر ہے۔ صرف قومی اسمبلی کے سپیکر الٰہی بخش سومرو کا تعلق سندھ سے ہے۔ ان سے بھی میاں صاحب کے تعلقات کوئی ایسے اچھے نہیں ہیں۔

بہرحال یہ تو جملہ معترضہ کے طور پر درمیان میں تذکرہ آگیا۔ اصل معاملہ یہ ہے کہ فوج سی ٹی بی ٹی کے معاملے میں شروع ہی سے کچھ تحفظات رکھتی تھی لیکن سرحدوں پر کشیدگی پیدا ہونے کے بعد اور بھارت کی ایٹمی ڈاکٹرائن کے منظر عام پر آنے کے بعد فوج سی ٹی بی ٹی کا نام سننے کو تیار نہیں۔ لہٰذا ایک طرف ہمارے بے خبر وزیر خزانہ بے چارے اسحٰق ڈار بیان دے رہے ہیں کہ ہم معاشی مجبوریوں کی وجہ سے سی ٹی بی ٹی پر دستخط نہیں کریں گے اور دوسری طرف شہباز شریف امریکی دربار میں "مہلت' جہاں پناہ! مہلت" کی صدا لگا رہے ہیں۔ ان ہی ملاقاتوں کے بعد امریکہ کی طرف سے پاکستان میں سیاست دانوں اور فوج کو وارننگ دی گئی ہے کہ وہ نواز حکومت کو غیر آئینی طریقوں سے ہٹانے کا نہ سوچیں۔ امریکہ کا طرز عمل ہمارے بارے میں ہمیشہ کچھ اس طرح رہا ہے کہ اُس نے حکومت سے کچھ منوانا ہو تو ایک طرف اپوزیشن کو تھپکی دیتا ہے اور دوسری طرف اپنا مطالبہ حکومت کے آگے رکھتے ہوئے اس کی گردن پر اپنے پاؤں کا وزن مزید بڑھا دیتا ہے۔ یہاں یہ عرض کردینا قارئین کے لئے دلچسپی کا باعث ہوگا کہ جب سجاد علی شاہ اور میاں نواز شریف کی جنگ زوروں پر تھی اور ساری اپوزیشن سجاد علی شاہ کی پشت تھپتھپا رہی تھی تو امریکہ نے سی ڈبلیو سی (Chemical wepeon Convention) کی دستاویزات میاں نواز کے آگے رکھ دی تھیں۔ میاں صاحب نے دستخط کردیئے تو جلد ہی فاروق لغاری کو استعفیٰ دینے پر مجبور کردیا گیا اور میاں صاحب کی کرسی بچ گئی۔ بے چارے جنرل حمید گل دہائی دیتے رہ گئے کہ ملک کے ساتھ بہت بڑا ظلم ہوگیا ہے۔ کسی نے ان کی نہ سنی۔ بعدازاں پارلیمنٹ کے ارکان نے C.W.C کی تصدیق کی' جیسے کسی بوڑھی اور آنکھوں سے معذور بیوہ کے ہاتھ قلم تھما دیا جاتا ہے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا جاتا ہے "اماں جی ایتھے دستخط کر دیو"۔ ہمارے پارلیمنٹ کے کئی ارکان بے چارے دستخط کرتے وقت سمجھتے ہوں گے کہ سی ڈبلیو سی شاید کسی ضرر رساں دوائی کا نام ہے۔ اس پس منظر میں سوچیں تو ان وڈیروں کی دانائی اور حکمت کی داد دینی پڑتی ہے جو اپنے علاقوں میں سکول نہیں کھلنے دیتے۔ بہرحال امریکہ سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے کیلئے شاید مہلت تو دے دے لیکن وہ اس دستاویز پر پاکستان کے دستخط حاصل کرنے کا تہیہ کئے ہوئے ہے اور وہ اس معاملے میں آخری حد تک جاسکتا ہے۔

تازہ ترین اطلاعات کے مطابق امریکہ نے پاکستان کو آفر کی ہے کہ وہ سی ٹی بی ٹی پر دستخط کردے۔ تاہم اس صورت میں اگر بھارت ایٹمی دھماکہ کرے تو پاکستان بھی اس کا جواب دینے کا حق رکھے گا۔ اطلاعات کے مطابق پاکستان نے اس پر آمادگی کا اظہار کیا ہے۔ اتنی سادگی سے بے وقوف بنانے اور بیوقوف بننے کی انتہائی عمدہ اور خوبصورت ترین مثال شاید تاریخ کا حصہ بننے والی ہے۔

راقم کو اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کے اس بیان سے خطرے کی بو آتی ہے کہ جن ممالک میں امن وامان قائم نہیں ہوتا اور انسانی حقوق کو بری طرح تلف کیا جاتا ہے وہاں اقوام متحدہ کو مداخلت کرنے کا حق ہے۔ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کے بارے میں اتنا عرض کردینا کافی ہے کہ ایک تو وہ کوئی ہیں پھر یہ کہ ان کی عنان امریکہ کے ہاتھ میں ہے۔

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے تحت قائم شدہ مثالی درس گاہ

قرآن کالج آف آرٹس اینڈ سائنس

میں بی اے سال اوّل میں داخلے جاری ہیں

داخلے کے خواہشمند طلبہ فوری رجوع کریں' ہاسٹل کی محدود سہولت موجود ہے

تفصیلات کیلئے پراسپکٹس طلب کریں' پرنسپل قرآن کالج' 191- اتاترک بلاک' نیو گارڈن ٹاؤن

شمالی امریکہ میں 30 مصروف دن

امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے حالیہ دورۂ امریکہ کی روداد

تحریر : باسط بلال کوشل   ترجمہ : ظفر اقبال محسن

۶/ اگست ۹۹ء : محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے انسٹی ٹیوٹ آف قرآنک وزڈم (IQW) کے زیر اہتمام منعقدہ پہلے مطالعاتی کیمپ کی تقریب اسناد کی صدارت فرمائی۔ یہ کیمپ جو کہ ایک ماہ تک جاری رہا' نیویارک کے مسلم سنٹر پر منعقد ہوا۔ اس کیمپ میں امریکہ کے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں زیر تعلیم کئی مسلمان نوجوانوں (مرد و خواتین) نے شرکت کی۔ شرکاء میں دو کا تعلق برطانیہ سے تھا۔ یہ کیمپ خاص طور پر ان باصلاحیت نوجوان مسلمان طلبہ کے لئے ترتیب دیا گیا تھا جو مغربی تعلیمی اداروں میں زیر تعلیم ہیں۔ یہی وہ باہمت اور باعمل افراد ہیں جو اسلام کے مستقبل سے متعلق ہماری امیدوں کا مرکز ہیں۔ اس مطالعاتی کیمپ میں انہیں عربی گرائمر' مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب' اسلامی فکر کی ترویج کا تاریخی مطالعہ اور اسلام کا جدیدیت سے سابقہ جیسے موضوعات پڑھائے گئے۔ ذریعہ تعلیم' انگریزی زبان تھی۔ ان موضوعات کے ساتھ ساتھ' انہیں قرآن حکیم اور سیرت پیغمبر ﷺ کے دو اہم تصورات سے بھی متعارف کرایا گیا جو مندرجہ ذیل ہیں :

۱) اسلام کا فکری ورثہ
۲) مغربی جدیدیت اور اس کے چیلنجوں کا اسلامی رد عمل

تقریب تقسیم اسناد سے خطاب کرتے ہوئے' محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ قرآن میں دو طرح کی حکمتوں کا ذکر ہے۔ ایک ہے حکمت الاحکام اور دوسری ہے حکمت الایمان۔ سورۃ الجمعہ میں بعثت نبوتِ محمدی ﷺ کے جو چار مقاصد بیان کئے گئے ہیں' ان میں سے ایک حکمت کی تعلیم دینا ہے۔ انہوں نے وضاحت کی کہ آج ہمیں قرآن کی حکمت الایمان کو اعلیٰ علمی سطح پر پیش کرنے کی ضرورت ہے تاکہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی راہ ہموار کی جاسکے۔ انہوں نے اسناد یافتہ طلبہ سے کہا کہ انہوں نے جتنی عربی زبان بھی سیکھی ہے یا جتنا بھی قرآنی علم حاصل کیا ہے اس کی ترویج و اشاعت شروع کردیں۔

۷/ اگست ۹۹ء : امیر محترم' نیویارک سٹی سے سنٹرل جرسی میں اسلامک سوسائٹی تشریف لے گئے جہاں انہوں نے برادرم نجم حسین اور عزیزہ صدف کا نکاح پڑھایا۔ برادرم نجم حسین نیو جرسی میں رہائش پذیر رفیق ہیں۔ عزیزہ صدف' نیو جرسی سے ایک پرانے رفیق جناب محمود غوری کی بھانجی ہیں اور اب رفیقات تنظیم میں شامل ہیں۔

کچھ حلقوں کی طرف سے بے پناہ مزاحمت اور مخالفت کے باوجود دولہا اور دلہن نے رسم نکاح پیغمبرانہ سنت کے مطابق ادا کرنے پر اصرار کیا' جس کے احیاء کے لئے پچھلی دو دہائیوں سے ڈاکٹر اسرار احمد کوشش کر رہے ہیں اور اس بات کو پرزور طور پر عام کر رہے ہیں کہ نکاح مسجد میں سرانجام پانا چاہیے اور لڑکی والوں کی طرف سے کسی تقریب کا اہتمام نہیں ہونا چاہئے۔

اگرچہ کچھ حلقوں کی طرف سے اس فیصلے کی سخت مخالفت کی جارہی تھی تاہم بعض حلقوں کی طرف سے غیر متوقع حمایت بھی حاصل رہی۔ حمایت کی ان آوازوں میں سے سب سے نمایاں آواز اسلامی سوسائٹی سنٹرل جرسی کے امام حماد شبلی کی تھی جو کہ نیو جرسی میں ایک راہنما مسلم شخصیت ہیں۔ مہمانوں کو خوش آمدید کہنے کے لئے اپنے افتتاحی خطاب اور مہمانان گرامی کا شکریہ ادا کرنے کے لئے اپنے اختتامی خطاب میں انہوں نے مہمانان گرامی کی توجہ ڈاکٹر اسرار احمد کی محترم مساعی جلیلہ کی طرف مبذول کرائی جو وہ خاص طور پر سنت نبوی ﷺ کے احیاء کے سلسلہ میں کر رہے تھے۔ اپنے اختتامی خطاب میں انہوں نے حاضرین میں سے غیر شادی شدہ نوجوانوں کو کھڑا کیا اور ان سے وعدہ لیا کہ وہ بھی اپنی شادی کے موقع پر سنت نبوی ﷺ کی پیروی کریں گے۔ محترم ڈاکٹر صاحب کا خطاب تقریباً پینتیس منٹ کا تھا اور زیادہ تر قرآنی آیات اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خطبہ نکاح سے متعلقہ احادیث کی توضیح و تشریح پر مبنی تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے تقویٰ کی اہمیت پر زور دیا کیونکہ یہی وہ شے ہے جو میاں بیوی کے رشتے کو درست خطوط پر جوڑے رکھتی ہے۔ مزید برآں ڈاکٹر صاحب نے نکاح کی نبوی ؐ روایت کی اہمیت و افادیت پر بھی روشنی ڈالی۔ انہوں نے کہا کہ سنت طریقے کو چھوڑنے کی وجہ ہی سے ہمارے ہاں معاشرتی برائیوں نے جنم لیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے اس پیغام کی اثر آفرینی اس امر سے محسوس کی جاسکتی ہے کہ نکاح کے اس انداز کی شدومد سے مخالفت کرنے والے اگلے دن زیادہ تر (جبکہ ولیمہ تھا) اپنی رائے بدل چکے تھے۔ انہوں نے محسوس کرلیا تھا کہ اس سلسلہ میں ڈاکٹر صاحب کی بات کس قدر مدلل اور منطقی تھی اور کس طرح ڈاکٹر صاحب نے کئی معاملات میں ان کی آنکھیں کھول دی تھیں۔

بوسٹن میں امیر تنظیم کی مصروفیات

نکاح کی تقریب کے فوراً بعد ڈاکٹر صاحب' برادرم زاہد حسن کی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے یہاں انہوں نے دوپہر کا کھانا کھایا اور بوسٹن روانگی سے قبل تھوڑی دیر کے لئے آرام کیا۔ اگرچہ امیر محترم ۱۹۷۹ء سے وقتاً فوقتاً امریکہ کا دورہ کرتے رہے ہیں' تاہم بوسٹن میں یہ ان کا پہلا دورہ تھا۔ اپنی تاریخی روایات کی وجہ سے بوسٹن ایک اہم شہر ہے۔ امریکی انقلاب کی راہ ہموار کرنے والے کچھ اہم واقعات بوسٹن یا اس کے مضافات میں رونما ہوئے تھے۔ آج کل بوسٹن پوری دنیا میں اپنی بڑی بڑی دانشگاہوں کی وجہ سے مشہور ہے اور امریکہ کی علمی سرگرمیوں کا مرکز ہے بوسٹن اور اس کے مضافات میں مسلمانوں کی اچھی خاصی تعداد آباد ہے جس میں مسلم طلبہ کا ایک گروہ بھی شامل ہے۔

بوسٹن پہنچنے پر ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کو ایئر پورٹ سے سیدھا کوینسی کے اسلامک سنٹر لے جایا گیا۔ یہاں ان کے میزبان برادرم محمد خسرو اور برادرم شاہد احمد تھے۔ کوینسی کے اسلامک سنٹر پر امیر محترم کا خطاب شیڈول میں شامل نہ تھا۔ بلکہ کیمونٹی کے ارکان ان کے ساتھ گفتگو کی غیر رسمی شام گزارنے اور رات کا کھانا کھانے کے خواہش مند تھے۔ لیکن جب محترم ڈاکٹر صاحب مغرب کے قریب سنٹر پر پہنچے تو ان سے خطاب کی فرمائش کی گئی۔ اس درخواست پر ڈاکٹر اسرار احمد نے امت مسلمہ کی موجودہ حالت' اسکی بنیادی وجوہات اور حل کے موضوع پر ڈیڑھ گھنٹے کا لیکچر دیا۔ انہوں نے بنی اسرائیل کی تاریخ اور احادیث نبویہ ؐ کی روشنی میں موجودہ صورتحال کا تجزیہ پیش کیا۔ مغرب کے بعد جب لیکچر شروع ہوا تھا تو ہال دو تہائی بھرا ہوا تھا جبکہ لیکچر کے اختتام تک بمشکل ہی کوئی جگہ خالی رہ گئی تھی۔

اگلا دن اتوار کا تھا اس دن امیر محترم نے دو لیکچر دیئے۔ جن کا خاص طور پر اہتمام کیا گیا تھا۔ پہلا صبح کے وقت تھا جب انہوں نے وے لینڈ کے اسلامی مرکز پر دو گھنٹے خطاب کیا۔ یہ خطاب اردو میں تھا اور اس کا موضوع تھا "فکر اقبال" ڈاکٹر صاحب نے سامعین کو فکر اقبال اور اقبال کی شاعری کے اسلامی احیاء پر اثرات سے روشناس

کرایا۔ انہوں نے برصغیر پاک وہند میں مسلمانوں کی تاریخ اور اس میں اقبال کے غیر معمولی مقام کا تذکرہ کیا۔ انہوں نے کلام اقبال کے حوالہ جات دے کر یہ بات ثابت کی کہ کس طرح اس عظیم شاعر نے علاقائی قومیت اور سیکولرازم پر تنقید کی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ دراصل علامہ اقبال قرآن کی لافانی عظمت سے آگاہ تھے اور انہوں نے پیغامِ قرآنی ہی کو اردو اور فارسی شاعری میں ڈھالا ہے' انہوں نے کہا کہ اسلامی الٰہیات کی تشکیل جدید کا جو کام علامہ اقبال نے شروع کیا تھا اسے آگے بڑھانے کی ضرورت ہے۔

شام کے وقت ڈاکٹر صاحب نے مشہور ادارے ایم۔ آئی۔ ٹی کے آڈیٹوریم میں خطاب کیا۔ یہاں ان کا موضوع "بیسویں صدی اور اس کے بعد کے زمانوں کے لئے قرآن کا پیغام" تھا۔ تقریر انگریزی زبان میں تھی۔ انہوں نے کہا کہ قرآن کا پیغام ایمان اور جہاد ہے اور یہ پیغام تمام زمانوں کے لئے ہے۔ انہوں نے ایمان کا مفہوم 'مدارج اور ایمانِ حقیقی کے حصول کے راستوں پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ مزید برآں انہوں نے جہاد کی اہمیت واضح کی اور اس اہم اسلامی اصطلاح سے متعلق عام لوگوں کی بہت سی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا۔ انہوں نے اقامت دین کی جدوجہد کرنے کی ضرورت پر زور دیا اور کہا کہ یہ ہر ایک مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ انہوں نے اسلامی انقلاب برپا کرنے کے طریقہ کار پر بھی روشنی ڈالی۔ خطاب کے بعد ڈاکٹر صاحب نے حاضرین کے سوالات کے جوابات بھی دیئے۔

TINA کا سالانہ اجتماع

۱۳ سے ۱۵/اگست: تنظیم اسلامی نارتھ امریکہ (TINA) کا سالانہ اجتماع شکاگو میں ہوا۔ یہ اجتماع وہاں کے ایک اہم اسلامک فاؤنڈیشن سنٹر ولا پارک کی مسجد میں ہوا جبکہ شرکاء اجتماع نے ایک قریبی ہوٹل میں قیام کیا۔ برادرم عطاء الرحمٰن' برادرم عمر مظفر' برادرم ہاشم خان اور دوسرے بہت سے رفقاء نے اس اجتماع کو کامیاب بنانے کے لئے دن رات محنت کی۔ اجتماع کے دوران امیر محترم نے TINA کے رفقاء کے ساتھ دو خصوصی ملاقاتیں (Meetings) کیں۔ ایک میٹنگ صرف ملتزم رفقاء کے لئے تھی جبکہ دوسری تمام رفقاء کے لئے تھی۔ ان ملاقاتوں میں امیر تنظیم اسلامی نے مختلف معاملات سے متعلق رفقاء کے سوالات کے جوابات بھی دیئے۔

۱۳/اگست کو خطبہ جمعہ کے علاوہ محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے "ظاہری و باطنی روشنی" اور "نور کے انفرادی و اجتماعی راستے" کے موضوعات پر دو عوامی خطبات بھی دیئے۔ انہوں نے کہا کہ نورِ وحی جب انسان کے باطنی اور فطری نور سے ملتا ہے تو نورِ ایمان پیدا ہوتا ہے۔ جس شخص میں یہ نور ہوتا ہے وہ مینارۂ نور بن جاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اجتماعی سطح پر کم از کم ایک مسلم ملک ایسا ہونا چاہئے جو اسلامی ریاست کا نمونہ پیش کر سکے تاکہ وہ پوری دنیا کے سامنے اسلام کے عدلِ اجتماعی کا مینارہ نور بن سکے۔ ان عوامی خطبات میں سامعین کی تعداد لگ بھگ ڈھائی ہزار تھی۔

اجتماع کے دوران برادرم عرفان اقبال اور برادرم باسط بلال کوشل نے بھی خطابات کیے۔ برادرم عبدالسمیع ہر صبح نماز فجر کے بعد خطاب کیا کرتے تھے۔ دورانِ اجتماع' دین ابراہیمی علیہ السلام سے متعلق تینوں مذاہب کے افراد کے درمیان ایک مکالمے کا اہتمام بھی کیا گیا۔ "آسمانی ہدایت اور جدید معاشرے" کے موضوع پر بحث کرنے کے لئے' اس مکالمے میں ایک یہودی اور ایک عیسائی عالم کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ اسلامی فکر کی نمائندگی برادرم باسط بلال کوشل نے کی۔

۱۹/اگست: ڈاکٹر اسرار احمد' برادرم عطاء الرحمٰن اور باسط بلال کوشل کے ہمراہ' جمعرات کو مینیاپلس تشریف لائے۔ بوسٹن کی طرح' یہاں بھی امیر محترم کا پہلا دورہ تھا۔ ایئرپورٹ پر برادرم اویس بایونس اور برادرم عبدالصمد صوفی نے مہمانانِ گرامی کا استقبال کیا۔ یہاں امیر محترم کا شیڈول حسب ذیل تھا۔

جمعہ ۲۰/اگست: "جمعہ کی اہمیت وفضیلت" کے موضوع پر خطاب جمعہ اور شام کے وقت "اسلام کا تصورِ عدل" کے موضوع پر لیکچر ہوا۔

ہفتہ ۲۱/اگست: سہ پہر کو "حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کے مشن میں تعلق" کے موضوع پر خطاب جبکہ شام کو "فکر اقبال" کے موضوع پر اردو میں اظہار خیال فرمایا۔

اتوار ۲۲/اگست: "موجودہ بین الاقوامی امور میں مسلمانوں کا کردار اور مقام" کے موضوع پر سہ پہر کو لیکچر دیا۔

تینوں بڑے خطابات میں لوگوں کی ایک کثیر تعداد شریک ہوئی اور انہوں نے ان خطابات کو بہت سراہا۔ ہر خطاب میں اوسطاً تین سو افراد شریک تھے جبکہ اتوار کے خطاب میں تعداد اور بھی زیادہ تھی۔ اگرچہ تینوں خطابات کے موضوعات مختلف دکھائی دیتے تھے مگر یہ امیر محترم کی وسعت نظری اور فکری گہرائی کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ انہوں نے ان تینوں مختلف موتیوں کو ایک ہی لڑی میں پرو دیا۔ اصل میں یہ ڈاکٹر صاحب کی قرآن فہمی ہے جو اس طرح کی بصیرت کو ممکن بناتی ہے۔ امیر محترم نے فرمایا کہ دنیا اس وقت عدل اجتماعی پر مبنی کسی ریاست کے نمونے کی تلاش میں ہے۔ اس لئے ایسے معاشرے کو ایک مسلسل جدوجہد سے ہی قائم کیا جا سکتا ہے اور عملی طور پر یہ جدوجہد کر کے ہی ہم محمد مصطفیٰ ﷺ کے اس مشن کے ساتھ وفاداری اور وابستگی کا مظاہرہ کر سکتے ہیں جو انہوں نے خطبۂ حجۃ الوداع کے موقع پر ہمارے حوالے کیا تھا اور اسی جدوجہد کے نتیجے میں ہی ہم بین الاقوامی امور میں موثر کردار ادا کر سکیں گے۔ اس جدوجہد کو ترک کر دینے کا مطلب یہ ہوگا کہ مسلمانوں نے خود ظلم و تشدد کی راہ اپنالی ہے۔ اس طرح پوری دنیا میں ظلم و تشدد پھیل جائے گا۔ اس جدوجہد کو ترک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں نے پیغمبر اسلام ﷺ کے دیئے ہوئے مشن کو چھوڑ دیا ہے اور اب وہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے دوسروں کو اپنی قسمت کے فیصلے کرتے ہوئے دیکھیں گے۔ بوسٹن اور مینیاپلس میں پہلی دفعہ اچھی خاصی تعداد میں آئے ہوئے سامعین کے سامنے تنظیم اسلامی کا پیغام پیش کیا گیا۔ سامعین کا فوری رد عمل تو بہت مثبت تھا مگر اقرار کے سلسلہ میں ہچکچاہٹ تھی۔ ان سینکڑوں افراد میں سے بمشکل ہی کوئی ایسا تھا جو پہلے سے اس حقیقت سے آگاہ ہو کہ زمین پر اللہ کے دین کو غالب کرنے کی جدوجہد میں شامل ہونا ہماری بنیادی ذمہ داری ہے۔ چنانچہ پہلی دفعہ سننے کی وجہ سے بہت سے لوگ چونک اٹھے۔ اگر تنظیم کے دوسرے نمائندگان' امیر محترم کی طرح تنظیم کے اس پیغام کو مزید پھیلائیں گے تو امید ہے کہ لوگ عملی طور پر ضرور آگے آئیں گے۔

برائے توجہ رفیقات تنظیم اسلامی

سالانہ تربیتی اجتماع برائے ملتزم رفقاء ان شاء اللہ العزیز 24 سے 28 اکتوبر 99ء تک قرآن آڈیٹوریم گارڈن ٹاؤن لاہور میں ہوگا۔

اس اجتماع میں ان رفیقات تنظیم اسلامی کو شرکت کی اجازت ہوگی جن کے ہمراہ چھوٹے بچے نہ ہوں۔ بیرون لاہور سے آنے والی رفیقات کے لئے محدود پیمانہ پر رہائش کا انتظام ہوگا۔ خواہش مند رفیقات ناظمہ علیا حلقہ خواتین کو 15/اکتوبر تک لازماً اطلاع کر دیں۔

ٹی وی پروگرام "فرمان نبوی ؐ"

رفقاء و احباب نوٹ فرمالیں کہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے شعبہ سمع و بصر کا تیار کردہ پروگرام "فرمان نبوی ؐ" ہر بدھ کی شام 6:40 پر پاکستان ٹیلی ویژن سے نشر ہوتا ہے۔

سوءِ ظن اور بدگمانی

(گزشتہ سے پیوستہ)

انفرادی و معاشرتی گمان کی اقسام

معاشرتی اور انفرادی گمان بھی معاشرتی فساد اور بگاڑ کا موجب ہوتا ہے۔ اس قسم کا گمان کسی بھی سوسائٹی میں محض کسی کی نیت پر شبہ کرنے، کسی کے سلوک پر شک کرنے یا کسی کے متعلق یونہی سوءِ ظن میں مبتلا ہو کر باہمی اعتماد کی فضا کو مکدر کر دیتا ہے۔ اس قسم کے گمان کو اخلاقی گمان یا معاشرتی اور انفرادی گمان کا نام دیا جا سکتا ہے۔ مفسرین نے اس قسم کے گمان کو چار اقسام میں تقسیم کیا ہے۔

۱) پسندیدہ گمان

مثلاً پہلی قسم پسندیدہ، مطلوب یا محمود گمان کی ہے۔ یہ ایسا گمان ہے کہ انسان کی اخلاقی حالت یا اس کی ظاہری دینی صورت کو دیکھ کر یہ گمان کر لینا کہ یہ آدمی نیک ہے یا خداوند کریم اور رسول اللہ ﷺ کے متعلق یہ گمان کرنا کہ وہ بندوں پر مہربان ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ تمہیں خدا کے متعلق اچھائی، مہربانی اور حسن سلوک کا گمان رکھنا چاہیے۔ دوسری حدیث میں فرمایا کہ خداوند تعالیٰ اپنے بندے سے وہی سلوک فرماتے ہیں جیسا کہ بندہ گمان رکھتا ہے۔ اسے اختیار ہے کہ وہ اچھا گمان رکھے یا برا۔

۲) عدالتی گمان

دوسری قسم عدالتی گمان کہلاتی ہے۔ عدالت میں اس کے بغیر کام نہیں چلتا۔ عدالتیں کسی مقدمے میں شہادتوں کی روشنی میں گمان کے مطابق فیصلہ دیتی ہیں۔ کیونکہ عدالت کو بذاتِ خود معاملے کا علم نہیں ہوتا، وہ شہادتوں کی بنیاد پر جو فیصلہ دیتی ہیں وہ فیصلہ یقینی نہیں ہوتا، گمان اور ظن ہوتا ہے۔

۳) جائز گمان

کسی شخص کی سیرت و کردار، اس کے طور طریقوں اور معاملات میں ایسی واضح علامتیں پائی جائیں کہ وہ اچھے گمان کا مستحق نہ ہو۔ گویا بدگمانی کی معقول وجوہات موجود ہوں۔ ایسی حالت میں اس کے متعلق خوش گمانی اور خوش فہمی میں مبتلا ہونا، خود کو بدھو اور بیوقوف ثابت کرنے کے مترادف ہے۔ ایسے آدمی کے شر اور فساد سے بچنے کے لئے احتیاطی تدابیر اختیار کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ ضروری ہے تاکہ ایسا نہ ہو کہ خوش گمانی کی وجہ سے نقصان اٹھانے کا اندیشہ رہے۔

۴۔ ناجائز گمان

کسی آدمی کی نیت اچھی ہو، وہ خلوص دل سے کوئی کام کرنا چاہتا ہو تو اس پر شبہ کر کے بدگمانی کی نظر سے دیکھا جائے تو یہ ناجائز بدگمانی اور سراسر زیادتی بلکہ گناہ ہے۔ اس کے متعلق اچھا احتمال چھوڑ کر برا احتمال اختیار کرنا برائی ہے اور یہی وہ گمان ہے جس کے بارہ میں فرمایا گیا کہ بعض الظن اثم یعنی بعض گمان گناہ ہے۔ نیکی کے ارادے سے اور خدمت خلق کے تحت رفاہی کاموں میں حصہ لینے والے کے متعلق بدگمانی پھیلانا اچھے جذبے اور اچھے کاموں میں رکاوٹ پیدا کرنا ہے، اس کے متعلق پراپیگنڈہ کرنا، اسے بدنام کرنا، اس کی راہ میں رکاوٹ ڈالنا گناہ ہے۔

صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ اللہ کے بندو، بدگمانی سے بچو، یہ سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے۔ ہر شخص کی نیت پر شک کرنا اہل ایمان کا شیوہ نہیں۔

ابوداؤد میں ہے کہ ایک بار آنحضرت ﷺ اعتکاف فرما رہے تھے تو امہات المومنینؓ میں سے ایک ان کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ انہیں رخصت کرنے کے لئے باہر آئے تو راستے میں حضور ﷺ کے دو صحابی ملے جو حضور ﷺ کے ساتھ ام المومنینؓ کو دیکھ کر راستے سے ایک طرف ہو گئے کہ موقع اسی بات کا متقاضی تھا۔ آنحضرت ﷺ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا۔ یہ میری بیوی ہے، اسے رخصت کرنے آیا ہوں۔ صحابہؓ نے فرمایا: یا رسول اللہ ﷺ ہمیں تو کوئی بدگمانی نہیں تھی اور وہ بھی آپ کے متعلق؟ حضور ﷺ نے فرمایا۔ شیطان انسان کے جسم میں خون کی طرح سرایت کئے ہوئے ہے۔

ابوداؤد میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ایک شخص لایا گیا اور اس پر الزام لگایا گیا کہ اس کی داڑھی سے شراب ٹپکتی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کسی کے متعلق بدگمانی نہ کیا کرو اور برائی کی ٹوہ میں نہ رہو۔ کسی مسلمان کے متعلق بدگمانی حرام کام ہے۔

خودی سے مرد خود آگاہ کا جلال و جمال
کہ یہ کتاب باقی تمام تفسیریں

امریکہ کا عالمی تسلط

اور UNIPOLAR WORLD کے بارے میں علامہ مشرقی مرحوم کا اندیشہ!

علامہ مشرقی مرحوم کے عاشق زار اور گہرے عقیدت مند کرنل (ر) ڈاکٹر محمد ایوب خان صاحب نے ہمیں علامہ مشرقی مرحوم کے ۱۹۵۱ء میں کہے ہوئے دو اشعار بغرض اشاعت ارسال کئے ہیں۔ قارئین ان میں شعریت کی تلاش نہ کریں لیکن علامہ مرحوم کی عبقریت کی داد ضرور دیں کہ انہوں نے لگ بھگ چالیس سال قبل امریکہ کے عالمی تسلط کا نقشہ دیکھ لیا تھا۔

"امریکہ کا تسلط ہے وہ خوفناک منظر
کہ زمیں تصور اس کے سے ہراس میں دبی ہے
یہ سمجھ لو قوم اک کا ہوا غلبہ گر زمیں پر
تو مچے گی دھاندلی وہ کہ نہ اس اک کی خیر ہی ہے!"

بقول کرنل محمد ایوب خان صاحب، علامہ کی ایک پیشین گوئی پوری ہو چکی ہے یعنی زمین پر امریکہ "سول سپریم پاور" بن چکا ہے، دوسری یعنی امریکہ کی تباہی ہونے والی ہے۔ (ادارہ)

بچوں کی تعلیم و تربیت

تعلیماتِ رسولؐ کی روشنی میں

اولاد کی خواہش انسان کی فطرت بھی ہے اور نوع انسانی کے تسلسل کا ذریعہ بھی' اس کے ساتھ انسان کی یہ خواہش بھی ہوتی ہے کہ اس کی اولاد ہر اعتبار سے "بہتر" ہو۔ اللہ کے پیغمبر حضرت زکریا علیہ السلام بڑھاپے کی عمر میں دعا کرتے ہیں:

"پروردگار' اپنی قدرت سے مجھے نیک اولاد عطا کر۔" (آل عمران : ۳۸)

پیغمبر اسلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں ہے کہ فرشتوں نے ان کو حضرت اسحٰق کی پیدائش کی بشارت ان الفاظ میں دی:

"اور اسے ایک ذی علم لڑکے کی پیدائش کا مژدہ سنایا۔" (ذاریات : ۲۸)

اسلام جہاں اولاد کو حیاتِ دنیوی کی زینت قرار دیتا ہے' وہاں صرف اولاد کی محبت پر اکتفا نہ کرتے ہوئے والدین سے اولاد کی "حسن تربیت" کا مطالبہ کرتا ہے اور ان پر ذمہ داری ڈالتا ہے کہ:

"تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور اس سے اپنے زیر نگرانی اشخاص کے بارے میں سوال کیا جائیگا۔"

حدیث کی کتاب بیہقی میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ:

"جب بچہ پیدا ہو تو اس کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہو۔ بچہ شیطانی اثرات سے محفوظ رہے گا۔"

گویا پہلی آواز جو بچہ کے کان میں پڑے وہ کلمہ توحید ہو۔ حدیث کی کتاب ابوداؤد میں صحیح سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے کہ:

"رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جب کوئی بچہ لایا جاتا تو آپؐ اس کے لئے دعا فرماتے اور اس کی تحنیک فرماتے"۔

تحنیک یعنی کھجور یا کوئی میٹھی چیز بچہ کے تالو پر لگانے سے اس کی صحت پر بھی اچھا اثر پڑتا ہے۔ ڈاکٹر عبدالعزیز مشرف نے اپنی عربی تصنیف "رسالۃ النباتات الطبیہ" صفحہ ۵۱ پر تحنیک کے طبی فائدوں پر تفصیلی بحث کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بچہ کے نرم و نازک پٹھوں کو قوت دینے میں تحنیک کا کیا اثر ہوتا ہے۔

بچہ کی نگہداشت اور تربیت کے سلسلے میں ایک اہم پہلو یہ ہے کہ اس کا اچھا نام رکھا جائے تاکہ جب اس کو اس اچھے نام سے پکارا جائے تو اس کے اچھے اثرات اس کی زندگی پر مرتب ہوں' یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ برے یا اچھے الفاظ اپنا اثر ضرور چھوڑتے ہیں۔ مضحکہ خیز قسم کے نام بڑے ہو کر ندامت اور کمتری کا احساس بھی پیدا کرتے ہیں۔ ابوداؤد میں صحیح سند کے ساتھ نبی ﷺ کا ارشاد منقول ہے کہ:

"تمہیں قیامت کے روز تمہارے اور تمہارے والدین کے ناموں سے پکارا جائے گا' تو اپنے نام اچھے رکھو۔"

بچہ کی نگہداشت ہی کے سلسلہ کی کڑی اسلام میں عقیقہ کا حکم ہے جو نبی اکرم ﷺ کی سنت اور آپؐ کا طریقہ ہے کہ بطور صدقہ قربانی کی جائے' بچہ کا سر منڈایا جائے اور اس کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی خیرات کی جائے' منڈے ہوئے سر پر تھوڑا سا زعفران بھی لگا دیا جائے۔

عقیقہ کے علاوہ لڑکے کا ختنہ کرانا بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ حضرت ابراہیم کی یہ سنت بہت سے طبی فائدوں سے خالی نہیں ہے۔ بچہ کی اخلاقی نگہداشت کے سلسلہ میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس کو حلال اور پاکیزہ غذا دی جائے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

"بچے کا ماں باپ پر حق ہے کہ اس کو لکھنا پڑھنا سکھائیں' تیرنے اور تیراندازی کی تعلیم دیں اور اس کو صاف ستھری حلال روزی دیں۔" (بیہقی شعب الایمان)

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رزق حلال کو عمل صالح پر مقدم رکھا ہے جیسا کہ قرآن مجید کی سورۃ المومنین کی آیت ۵۱ پر ہے کہ

﴿ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ﴾

"حلال رزق کھاؤ اور نیک عمل کرو"۔

رزق حلال کی سعی کے لئے نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد انتہائی قابل قدر ہے جس میں آپ نے فرمایا:

"جس نے اپنے اہل و عیال کے لئے حلال روزی حاصل کرنے کی کوشش کی' اس کو مجاہد فی سبیل اللہ کا ثواب حاصل ہوگا اور جس نے مال حلال طلب کیا وہ شہیدوں کا درجہ پائے گا۔"

(طبرانی فی الاوسط)

دوسری حدیث میں ابو قلابہ' ابو اسماء سے اور وہ ثوبان سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"سب سے افضل مال وہ ہے جو انسان اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے۔" (الفتح الربانی)

بچوں کی نگہداشت اور صحیح پرورش کی ذمہ داری جہاں والدین پر ہے' معاشرے پر بھی اس کی ذمہ داری ہے' اگر ماں باپ غریب ہیں تو حکومت اور معاشرے کی ذمہ داری ہے کہ نسل انسانی کے اس مستقبل کا دھیان رکھیں۔ اس کی مثال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس عمل میں ملتی ہے کہ انہوں نے بیت المال سے بچوں کی ضروریات کا انتظام فرمایا۔ بچے کی جسمانی صحت کے ساتھ اس کی اخلاقی تعمیر کا دھیان رکھا جائے۔ ان کی اخلاقی تعمیر کا ایک حصہ یہ بھی ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ بچے دس سال کی عمر کے ہو جائیں تو ان کو الگ الگ بستروں پر سلانا چاہئے۔ بچہ کی نگہداشت اور اس کی شخصیت کی تعمیر میں باپ کے علاوہ سب سے زیادہ حصہ ماں کا ہے' ماں اگر پاکیزہ اخلاق والی ہے تو اس کے بچے بھی اس کا اثر قبول کریں گے' شادی کے سلسلہ میں نبی ﷺ نے دین اور اخلاق کی پاکیزگی کو سب سے زیادہ اہمیت دی ہے تاکہ اس کی گود میں پرورش پانے والے بچے بھی پاکیزہ اخلاق ہوں۔ بچے کے لئے ماں کی گود اس کا پہلا مدرسہ ہے جہاں سے وہ زبان اور زندگی کے آداب کی بنیاد اخذ کرتا ہے۔ لڑکیوں کی تعلیم میں اس کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ ان کو دفتر کی کلرک اور ٹائپسٹ بنانے کے بجائے اچھی ماں بنانے کی کوشش کی جائے۔ ان کے لئے ایک مخصوص کورس ہونا چاہئے جس میں بچہ کی نگہداشت' پرورش' غذا' تعلیم و تربیت کے اصول بتائے جائیں' لڑکیوں کو فسٹ ایڈ اور چھوٹے موٹے علاج کی تعلیم دی جائے' بچہ اپنی اداؤں سے اپنی توتلی زبان سے بہت کچھ کہتا ہے' اس کی طرف پوری توجہ اس کی شخصیت کی تعمیر کے لئے ضروری ہے' وہ صرف ہمارے لئے ایک کھلونا ہی نہیں ہے بلکہ ہمارا مستقبل ہے۔ وہ ہمارا آج ہی نہیں' ہمارا کل بھی ہے۔

کاروان خلافت منزل بہ منزل

اگست ۹۹ء میں تنظیم اسلامی لاہور جنوبی کی دعوتی و تنظیمی سرگرمیاں

۱) <u>تربیتی اجتماع</u> : جمعہ ۶/ اگست ۹۹ء بعد نماز مغرب دفتر لاہور جنوبی کے سبزہ زار میں تربیتی اجتماع منعقد ہوا جس کی صدارت امیر لاہور جنوبی پروفیسر فیاض حکیم صاحب نے کی۔ پروگرام کا آغاز امیر لاہور جنوبی کے درس قرآن سے ہوا اس کے بعد راقم نے ماہ جولائی کی رپورٹ پیش کی جس میں اس ماہ کی تنظیمی دعوتی سرگرمیوں کا ذکر تھا۔ رپورٹ میں بتایا گیا کہ اس ماہ سیرتِ عظمت مصطفیٰ ﷺ پر دو پروگرام منعقد کئے گئے ایک زون نمبر ۲ کے زیر اہتمام سمن آباد میں ۶ جولائی بعد نماز مغرب منعقد ہوا جس میں سٹیج سیکرٹری کے فرائض محمد بن عبدالرشید رحمانی صاحب نے بحسن و خوبی ادا کئے۔ محمد مبشر اور چوہدری رحمت اللہ بٹر ناظم مرکزی تربت نے خطاب فرمایا۔ اس جلسہ کی صدارت امیر تنظیم لاہور جنوبی نے فرمائی اور اختتام پر دعا بھی انہوں نے کروائی۔ اہل محلہ اور گرد و نواح سے ۸۰ ہزار افراد نے سرکت کی۔ جس میں نوجوانوں کی تعداد نمایاں تھی رحمانی صاحب کی تن تنہا محنت خوب رنگ لا رہی ہے انہوں نے اپنے علاقہ کی مسجد غوثیہ میں ہفتہ وار درس قرآن کا آغاز کیا ہوا ہے جہاں ہر اتوار بعد مغرب پروفیسر فیاض حکیم صاحب درس دیتے ہیں اور حال ہی میں عربی کلاس کا اجراء بھی ہو گیا ہے۔ یہ کلاس سمن آباد کی مسجد غوثیہ میں نماز فجر کے بعد ہفتہ میں تین دن ہوتی ہے۔ جسے پروفیسر فیاض حکم صاحب بااحسن و خوبی انجام دے رہے ہیں۔

۲) <u>اسلام اور پاکستان</u> : جمعہ ۲۰/ اگست ۹۹ء بعد نماز مغرب چوک عاشق آباد رحمان پورہ میں تنظیم لاہور جنوبی زون نمبر ۲ کے زیر اہتمام اسلام اور پاکستان کے موضوع پر جلسہ منعقد ہوا۔ جہاں دفتر و لائبریری کا افتتاح بھی ہوا۔ جلسہ کی صدارت امیر لاہور جنوبی فیاض حکیم صاحب نے کی۔ جلسہ سے امیر حلقہ لاہور جنوبی مرزا ایوب بیگ صاحب نے مفصل خطاب فرمایا انہوں نے پاکستان کا مطلب کیا لا الہ اللہ کا مطلب واضح کرتے ہوئے فرمایا یہاں اللہ اور نبی اکرم ﷺ کے نظام یعنی نظام خلافت کو رائج کرنا تھا لیکن ہم اللہ سے کیا ہوا وعدہ بھول گئے اور اپنی جائیدادیں اور جائز و ناجائز طریقے سے مال بنانے میں مصروف ہو گئے جس کے نتیجہ میں ۲۵ سال بعد مشرقی پاکستان' بنگلہ دیش بن گیا اور ۹۰ ہزار سول اور فوجی ہندوستان کے قیدی بن گئے۔ ۵۲ سال بعد سقوط کارگل وقوع پذیر ہو گیا۔ انہوں نے مزید فرمایا اگر ہم نے اللہ کی طرف رجوع نہ کیا۔ انفرادی اور اجتماعی طور پر توبہ نہ کی (یعنی اسلام کو نافذ نہ کیا) تو خاکم بدہن اس پاکستان کا وجود بھی باقی نہیں رہے گا۔ اس جلسہ میں ۷۰ احباب نے شرکت کی۔ جلسہ کے اختتام پر دفتر و لائبریری کا افتتاح بھی ہوا۔

۳) <u>دعوت فورم</u> : اس ماہ دعوت فورم کا موضوع "قرآن اور پاکستان" تھا جمعہ ۲۷ اگست ۹۹ء بعد نماز مغرب دفتر لاہور جنوبی کے سبزہ زار میں منعقد ہوا پروفیسر فیاض حکیم صاحب نے صدارت فرمائی۔

جلسہ کی کارروائی تلاوت قرآن حکیم سے ہوئی جس کی سعادت حافظ محمد جمیل نے حاصل کی۔ بعد ازاں ڈاکٹر ایم اے صوفی' جو ممتاز ڈینٹل سرجن اور "جناح سے قائد" کے مصنف ہیں' انہوں نے قائداعظم کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ ایک مرتبہ قائداعظم سے پوچھا گیا پاکستان کا دستور و آئین کیا ہو گا تو انہوں نے فرمایا "قرآن و سنت"۔ اسی طرح ایک موقع پر قائداعظم سے لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے سوال کیا کہ آپ پاکستان میں اکبر بادشاہ کا رول ادا کریں گے تو قائداعظم نے نہایت سخت لہجے میں جواب دیا کہ "نہیں پاکستان میں خلافت کا نظام رائج ہو گا۔"

دوسرا خطاب حافظ عاکف سعید صاحب نائب امیر تنظیم اسلامی پاکستان کا تھا۔ انہوں نے قرآن اور پاکستان کے حوالے سے فرمایا کہ یہ بظاہر بے جوڑ موضوع محسوس ہوتا ہے لیکن بادی النظر میں دیکھا جائے تو قرآن اور پاکستان میں گہری مناسبت ہے۔ قرآن نازل ہوا لیلتہ القدر کی ۲۷ رمضان المبارک کو اور پاکستان ۲۷ رمضان المبارک کو وجود میں آیا۔ قرآن اللہ کا معجزہ ہے پاکستان بھی اللہ کا معجزہ ہے۔ قرآن حکیم فرماتا ہے اس میں پچھلوں کا ذکر بھی ہے اور تمہارا ذکر بھی ہے۔ اس حوالے سے اس میں پاکستان کا ذکر بھی ہے۔ سورہ الانفعال کی آیت نمبر ۲۶ پاکستان بننے سے پہلے کے حالات کی عکاسی کرتی ہے "اور یاد کرو جس وقت تم تھوڑے تھے' زمین میں تمہیں دبایا جا رہا تھا اور تمہیں ڈر تھا کہ لوگ کہیں تمہیں اُچک نہ لیں۔ پھر اس نے تمہیں ٹھکانا دیا اور تمہیں اپنی مدد سے قوت دی اور تمہیں روزی دی پاک چیزوں سے' تاکہ تم شکر کرو۔" اسی طرح آج سے ۲۰ سال قبل ہماری حالت سورہ النحل کی آیت ۱۱۲ کے مطابق تھی جس میں اللہ تعالیٰ نے ایک بستی کی مثال بیان کی جو کہ امن اور سکون سے تھی۔ اس میں ہر طرف سے رزق وافر مقدار میں چلا آتا تھا پھر اس بستی والوں نے ناشکری کی اللہ کے احسانوں کی' پھر اللہ تعالیٰ نے مزا چکھایا اور انہیں بھوک اور خوف کا لباس پہنا دیا۔ ان کی کرتوتوں کی وجہ سے۔" آج پاکستان کی حالت اس آیت مبارکہ کے آخری ٹکڑے کا نقشہ پیش کرتی ہے۔ انہوں نے موجودہ حالات سے نکلنے کی راہ بھی بتائی کہ ہمیں انفرادی اور اجتماعی طور پر توبہ کرنی ہو گی اور اللہ کی جانب رجوع کرنا ہو گا۔ پہلے اپنے دائرہ اختیار میں دین اسلام کو نافذ کرنا ہو گا پھر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے ہوئے ایک منظم قوت بن کر ایک جماعت کی شکل میں نبی اکرم ﷺ کے انقلابی طریق پر چلتے ہوئے نظام خلافت کو قائم کرنے کی جدوجہد کرنا ہو گی۔

۴) <u>قرآن اور پاکستان</u> : تنظیم اسلامی لاہور جنوبی نے ماہ اگست و ستمبر ۹۹ء کے لئے ہر اسرہ کو یہ ہدف دیا کہ وہ اپنے اسرہ کے زیر اہتمام کم از کم دو پروگرام "قرآن اور پاکستان" کے موضوع پر منعقد کریں۔ یہ پروگرام جلسہ' کارنر میٹنگ یا گھر میں احباب سے گفتگو کی شکل میں ہوں۔ اس ہدف کو پورا کرنے کے لئے اسرہ نواں کوٹ اور اسرہ ڈھولن وال نے پروگرام منعقد کئے۔ اسرہ نواں کوٹ کے نقیب اخلاق احمد نے اپنے گھر میں ۳۰ اگست کو بعد نماز مغرب منعقد کیا۔

دوسرا پروگرام اسرہ ڈھولن وال اور بند روڈ نے منگل ۳۱ اگست کو ڈھولن وال میں ایک ساتھی کے سبزہ زار میں منعقد کیا۔ یہاں رحمت اللہ بٹر صاحب نے موضوع پر مفصل خطاب فرمایا۔ یہاں احباب کی تعداد ۷۰ تھی۔ اس پروگرام سے قبل رفقاء نے طبع شدہ دعوت نامہ بھی تقسیم کیا جس میں پاکستان اور قرآن کے حوالے سے مختصر تحریر تھی
شاء اللہ العزیز باقی اسرہ جات بھی ماہ ستمبر میں یہ پروگرام منعقد کرلیں گے۔ (رپورٹ : غازی محمد قاسم)

تنظیم اسلامی ایبٹ آباد کے زیر اہتمام منکرات کے خلاف پُرامن ریلی کا انعقاد

تنظیم اسلامی ایبٹ آباد کے رفقاء نے چودہ اگست کو بعد نماز عصر جامع مسجد ایبٹ آباد سے پرامن ریلی نکالی یہ ریلی منکرات کے خلاف تھی مظاہرین نے ٹی بورڈ اٹھا رکھے تھے جس پر نعرے درج تھے فحاشی' عریانی کا خاتمہ کرو سودی نظام اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ جنگ ہے یہود و نصریٰ ہرگز تمہارے دوست نہیں ہو سکتے۔ حکمرانو اپنا قبلہ واشنگٹن کو نہیں خانہ خدا کو بناؤ اس کے علاوہ علامہ اقبال کی انقلابی شاعری کے اشعار درج تھے اس پرامن ریلی کے امیر نقیب اسرہ ملک پورہ عبدالجلیل تھے۔ یہ ریلی پولیس چوکی' سبزی منڈی' چوک تھانہ کینٹ' کینٹ چوک اور صدر بازار سے ہوتی ہوئی مسجد کے پاس اختتام پذیر ہوئی اس دوران عوام کے ملے جلے تاثرات سامنے آئے۔ اکثر مقامات پر لوگوں نے اس ریلی کو سراہتے ہوئے خوشی کا اظہار کیا۔

ضرورت ہے ایک خادم مسجد کی

جامع القرآن' قرآن اکیڈمی لاہور کے لئے ایک ہمہ وقت خادم مسجد کی ضرورت ہے جو اپنی ذمہ داری باحسن وجوہ ادا کر سکتا ہو۔ معقول مشاہرہ دیا جائے گا۔ رفقاءِ تنظیم قابل ترجیح ہوں گے۔

برائے رابطہ : ناظم اعلیٰ' مرکزی انجمن خدام القرآن
36۔کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور

اسرہ پھالیہ کے زیر انتظام
ہفت روزہ تفہیم دین کلاس

اسرہ پھالیہ کے زیر انتظام ہفت روزہ تفہیم دین کلاس کا آغاز اگست کی ۲۳ تاریخ کو صبح آٹھ بجے اسرہ کے ملتزم رفیق حافظ قاری عنایت اللہ کی تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔ نقیب اسرہ ڈاکٹر مشتاق احمد نے تعارفی خطاب میں بتایا کہ انسانی معاشرے پر انسانی طبقات کے بنا کردہ قوانین جامع اور دائمی نہیں ہو سکتے کیونکہ ہر طبقہ اپنے مفادات کا تحفظ کرے گا۔ مبنی بر انصاف اور جامع قوانین صرف اور صرف خالق کائنات کے ہی ہو سکتے ہیں۔

ازاں بعد امیر حلقہ گوجرانوالہ جناب شاہد اسلم صاحب نے "فرائض دینی کا جامع تصور" پر خطاب فرمایا اور مذہب اور دین کے فرق کو بلیک بورڈ کی مدد سے واضح کیا۔ انہوں نے کہا کہ دین اسلام انفرادی اور اجتماعی زندگی کے دونوں پہلوؤں کو محیط کرتا ہے۔ اگر اجتماعی گوشے کے لئے انسان کا بنایا ہوا نظام اختیار کر لیا گیا تو دین 'دین نہیں رہے گا بلکہ مذہب بن جائے گا۔ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ خود اللہ کا بندہ بنے' دوسروں کو اس کی دعوت دے اور غلبۂ اسلام کے لئے جدوجہد کرے۔

۲۴/اگست : اسرہ پھالیہ کے ملتزم رفیق حافظ قاری عنایت اللہ صاحب نے مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق کے موضوع پر خطاب کیا۔

۲۵/اگست : راقم نے "راہ نجات" سورۃ العصر کی روشنی میں بیان کی۔ خسارے کی بنیادی وجوہات کفر اور نفاق ہیں۔ خسارے سے بچنے کی قرآنی تدابیر ایمان' عمل صالح' تواصی بالحق اور تواصی بالصبر ہیں۔

۲۶/اگست : عشق رسولؐ اور اس کے تقاضے کے موضوع پر خطاب کرنے کے لئے شمس العارفین صاحب سیالکوٹ سے تشریف لائے' انہوں نے بتایا کہ محبت میں' اطاعت و فرماں برداری اور ادب و احترام لازمی شرط ہے۔ انہوں نے صحابہ کرام کے واقعات میں حضرت مصعب بن عمیرؓ' حضرت خباب بن الارت اور آل یاسر کی مثالیں پیش کیں۔

۲۷/اگست : نقیب اسرہ ڈاکٹر مشتاق احمد نے "نیکی کا حقیقی تصور" کی سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۷۷ کے حوالے سے وضاحت کی کہ مادی وجود کی طرح روحانی وجود کو بھی غذا کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس کی غذا نیکی اور اعمال صالحہ ہیں۔ انہوں نے ایمانیات ثلاثہ کا نیکی کے ساتھ تعلق اجاگر کیا۔

۲۸/اگست : نظام خلافت کی برکات کو مقرر محمد حسین صاحب نقیب اسرہ منڈی بہاؤالدین نے واضح کرتے ہوئے کہا کہ خلافت کا وعدہ ان لوگوں سے ہے جو ایمان اور عمل صالح پر کاربند ہیں۔ انہوں نے موجودہ دور کا خلافت راشدہ کے ساتھ موازنہ کیا اور خلافت راشدہ کی دور سے عدل و انصاف اور انسانی مساوات کی مثالیں دیں جبکہ ہمارا طرز عمل اس کے برعکس ہے۔

۲۹/اگست : اسرہ پھالیہ کے ملتزم رفیق حافظ قاری عنایت اللہ صاحب نے "عبادت رب کا حقیقی تصور" کے موضوع پر خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ جن و انس کو عبادت رب کے لئے پیدا کیا گیا ہے جس کا ان سے عہد لیا گیا تھا۔ یہ دنیا کی زندگی تو ڈرامے کے کرداروں کی مانند ہے۔ اس دنیا میں حسن کارکردگی کا معاوضہ آخرت میں ملے گا۔ عبادت کا مفہوم یہ ہے کہ زندگی کے تمام پہلوؤں میں احکام الٰہی کی تنفیذ کی جائے۔

آخر میں تفہیم دین کلاس پھالیہ کے شرکاء نے اپنے تاثرات بیان کئے۔ محمد اکرم تارڑ نے کہا کہ تفہیم دین کلاس عام لوگوں کو قرآن و حدیث سمجھانے کا بہترین پروگرام ہے۔ اس پروگرام میں قرآن کو سمجھنے' پڑھنے' تلاوت اور قراءت کے علاوہ دین کی حقیقی روح کو اچھی طرح سمجھنے کا موقع ملا۔ اسلامی نظام کو اس کلاس میں بہت اچھے انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

فیاض احمد ناز نے کہا کہ کلاس میں تفرقہ بازی نظر نہیں آئی اور یوں محسوس ہوا کہ تمام مسلمان اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول پاکؐ کی اطاعت میں جمع ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو مسلمان بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اس پروگرام کی اختتامی تقریب میں نقیب اسرہ پھالیہ ڈاکٹر مشتاق احمد صاحب نے دین کے جامع تصور کی حاضرین کو یاددہانی کرائی۔ تنظیم اسلامی کے طریق کار کا تعارف کرایا۔ حاضرین کے تعاون پر ان کا شکریہ ادا کیا اور دین کے ساتھ ان کی لگن کو سراہا۔ (رپورٹ : پروفیسر محمد باقر)

اسرہ اوچ کا ایک روزہ پروگرام

میاں دم کی مبتدی تربیت گاہ کے بعد اوچ میں ایک تبدیلی واقع ہو گئی ہے۔ وہ تبدیلی جو اس علاقہ میں رونما ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ ہر جگہ ایک نظریاتی ٹکراؤ شروع ہے'

"علماء" کے حلقوں میں بھی اور "صلحاء" کے حلقوں میں بھی' "دانشوروں" کے حلقوں میں بھی اور عام لوگوں میں بھی۔ بعض جماعتوں کے مشوروں کا ہدف یا Main Agenda یہی ہوتا ہے کہ کسی طرح تنظیم اسلامی کے اثر کو کم کیا جائے۔ مسجد ہو یا دوکان' حجرہ ہو یا میدان' فکر اسلامی کیا ہے؟ اس کی بالادستی کیسے ہو گی؟ حزب اللہ کی تعریف کیا ہے؟ جیسے اٹھنے والے سوالات کا تنظیم اسلامی کے رفقاء تسلی بخش جواب دے رہے ہیں۔ جس سے ایک فضاء بن رہی ہے۔ میاں دم کی مبتدی تربیت گاہ میں اوچ سے ۵ احباب نے شرکت کی تھی اور ۴ نے بیعت فارم بھی پُر کئے۔

مولانا غلام اللہ حقانی صاحب نے تربیت گاہ کے اختتام پر ایک میٹنگ کال کی۔ جس میں طے ہوا کہ آئندہ سے ڈویژن کے دوسرے اسروں کی طرح اوچ اسرہ کے بھی باقاعدہ پروگرام ہوتے رہیں گے۔ میٹنگ میں یک روزہ پروگرام بھی تشکیل دیا گیا۔ چنانچہ دو ستمبر کو اسرہ کے ۹ رفقاء پر مشتمل قافلہ اوچ کے مضافاتی علاقے ورسک کے مدرسہ پہنچا۔ مدرسہ کے مہتمم جو کہ تنظیم کے سرگرم حمایتوں میں سے تھے' ۸ ماہ قبل ٹریفک حادثہ میں وفات پا گئے تھے' اب ان کے جانشین حافظ سیف اللہ ہیں۔ موصوف اپنے والد کی طرح تنظیم اسلامی کے پروگرام سے کافی متاثر ہیں۔ یہ قافلہ نماز عصر سے پہلے مدرسہ پہنچا۔ اربابِ مدرسہ نے قہوہ سے قافلہ کی تواضع کی۔ بعد ازاں مشورہ ہوا۔ مشورہ کے تحت اسرہ اوچ کے رفیق لیاقت علی نے عصر کے بعد عبادت رب کے موضوع پر بیان کیا۔ مدرسہ کے طلباء اور مدرسین کے علاوہ محلہ کے لوگوں نے اس بیان کو بڑی دلچسپی سے سنا۔ نماز مغرب کے بعد حقانی صاحب نے منہج انقلاب نبویؐ پر جامع لیکچر دیا۔ حاضرین جن کی تعداد ۵۰ یا ۶۰ تک تھی' پورے بیان میں ہمہ تن گوش بیٹھے رہے۔

مغرب کے بیان کے بعد رفقاء نے اذکار مسنونہ اور ادعیہ ماثورہ کے موضوع پر بحث و تمحیص کی۔ عشاء کے بعد درسِ قرآن ہوا۔ سورۃ البقرہ کی آیت ﴿ الٓمّٓ ۝ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ ﴾ کی مولانا حقانی نے پر مغز اور جامع انداز میں ترجمہ و تفسیر فرمائی۔ نماز فجر کے بعد حقانی صاحب نے حدیث «لا تزال قدما عبد ..... الخ» پر درس دیا۔ پر تکلف ناشتے کا اہتمام مدرسہ والوں نے کیا۔ ناشتہ کے بعد رفقاء نے امیر محترم کے دو کیسٹ بڑے ذوق و شوق سے سنے۔ موضوع "تنظیم اسلامی اور ہم عصر تحاریک" اور "منہاج نبویؐ اور تنظیم اسلامی" تھا۔ بعد ازاں مولانا حقانی نے رفقاء کا ایک مذاکرہ کرایا جس کا موضوع "علامہ اقبال کی دوراندیشی" تھا۔ رفقاء تنظیم بالخصوص حاجی قاسم اور مدثر خان نے مذاکرہ میں اچھی گفتگو کی۔ رفیق تنظیم لطیف الرحمٰن' قمر زمان اور فاتح محمد نے خدمت کی ذمہ داری بحسن و خوبی انجام دی اور یوں اسرہ اوچ کا پہلا ایک روزہ پروگرام توقعات سے بڑھ کر کامیاب رہا۔ تقریباً ۱۵۰ افراد تک تنظیم کی دعوت پہنچائی گئی۔ (رپورٹ : حاجی قاسم)

دعائے مغفرت کی درخواست

نقیب اسرہ کامرہ اعجاز خان صاحب کی ہمشیرہ ہیضہ کی بیماری میں مبتلا ہوئیں۔ تین دن ہسپتال میں رہیں۔ صبح پانچ بجے باآواز بلند کلمہ پڑھتے ہوئے ان کی روح جسد خاکی سے پرواز کر گئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

قارئین ندائے خلافت و رفقاء تنظیم اسلامی سے مرحومہ کے درجات کی بلندی' ان کے بچوں کے لئے صحت و سلامتی وہدایت کی دعا کی گزارش ہے۔

☆ ☆ ☆

۲۶ جولائی ۹۹ء کو جی دار السلام کے اسرہ کے نقیب محمود اختر صاحب کی والدہ ماجدہ اچانک دل کا دورہ پڑنے سے انتقال فرما گئی ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ رفقاء سے دعاء مغفرت کی استدعا ہے۔

☆ ☆ ☆ ☆

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور
سی پی ایل نمبر: 127
جلد 8، شمارہ 37
سالانہ زرِ تعاون -/175 روپے

پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس۔ ریلوے روڈ، لاہور
مقام اشاعت: 36۔کے، ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 5869501-03

معاونین برائے تحریر:
○ فرقان دانش خان ○ مرزا ایوب بیگ
○ نعیم اختر عدنان ○ سردار اعوان
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

قرآن فورم کے زیر اہتمام سیمینار

”غیر سُودی معیشت اور اس کی طرف پیش رفت کے تقاضے“

اتوار ۱۲ ستمبر ۹۹ء صبح ساڑھے نو بجے قرآن آڈیٹوریم لاہور میں ”غیر سودی معیشت اور اس کی طرف پیش رفت کے تقاضے“ کے موضوع پر سیمینار ہوا جو مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے علمی و تحقیقی موضوعات کے لئے مخصوص پلیٹ فارم ماہانہ ”قرآن فورم“ کے تحت منعقد کیا گیا تھا۔ پروگرام کا آغاز قاری مقبول احمد نے تلاوت کلام پاک سے کیا۔ انہوں نے موضوع کی مناسبت سے سورۃ البقرۃ کے ۳۸ویں رکوع کی تلاوت کی جس میں سود کی حرمت اور ممانعت کے لئے سخت ترین لب و لہجہ اختیار کیا گیا ہے۔ سیمینار کی صدارت کے فرائض صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن اور امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے سرانجام دیئے۔ سٹیج سیکرٹری کی ذمہ داری حافظ عاکف سعید صاحب نے نبھائی۔

پہلے مقرر ڈاکٹر خالد ظہیر تھے جو لاہور یونیورسٹی آف مینجمنٹ سائنسز (LUMS) سے منسلک ہیں۔ انہوں نے ۱۹۹۰ء میں اسلامی بینکاری کے موضوع پر پی ایچ ڈی کی۔ ڈاکٹر خالد ظہیر نے غیر سودی معیشت کے قیام کی راہ میں حائل مشکلات کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ اس سلسلے میں پہلی رکاوٹ تو موجودہ تعلیمی نظام ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ سود کے فوائد پر لیکچرز پر مشتمل تعلیم حاصل کرنے والے لوگ غیر سودی نظام کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے۔ دوسری رکاوٹ یہ ہے کہ ہمارے ہاں دیانت داری کا فقدان ہے۔ تیسری رکاوٹ یہ ہے کہ ہمارے بہت سے مذہبی لوگوں کی ذہنیت بھی سودی ہو گئی ہے۔ وہ خود اپنی انوسٹمنٹ میں نقصان کے امکان کو گوارا نہیں کرتے۔ چوتھی رکاوٹ ہماری جلد بازی ہے۔ حالانکہ جس سودی نظام نے پوری معیشت کو جکڑ رکھا ہے اُسے راتوں رات ختم نہیں کیا جا سکتا۔ انہوں نے کہا کہ سودی نظام انتہائی ظالمانہ نظام ہے۔ اس پر وہی راضی ہو سکتا ہے جو انسانی ہمدردی سے عاری ہو۔ انہوں نے کہا کہ اس ظالمانہ نظام سے چھٹکارا پانے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے مسلمانوں کے سینوں سے سود کی محبت کو ختم کر دیا جائے۔ جبکہ بینکنگ کے سودی نظام سے چھٹکارا پانے کا حل یہ ہے کہ بینکوں کی سیکنڈری سروسز حکومت اپنے ذمہ لے لے اور جو لوگ سرمایہ کاری کرنا چاہتے ہیں ان کے لئے ایسے ادارے وجود میں آجائیں جو انہیں مناسب رہنمائی فراہم کریں کہ کہاں سرمایہ کاری کی جا سکتی ہے۔ نیز دیندار طبقہ کو چاہیئے کہ لوگوں سے سرمایہ لے کر نفع نقصان کی شراکت پر مختلف اداروں میں انویسٹ کرے اور ایسے غیر سودی منصوبوں کو عملی جامہ پہنا کر دکھائے۔

سیمینار کے دوسرے مقرر انٹرنیشنل اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد کے شعبہ معاشیات کے چیئرمین ڈاکٹر سید طاہر صاحب تھے جو مرکزی انجمن کی خصوصی دعوت پر اسلام آباد سے تشریف لائے تھے۔ ڈاکٹر سید طاہر کا تعارف کراتے ہوئے جناب عاطف وحید نے جو آج کل ڈاکٹر طاہر کے زیر نگرانی انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی میں اسلامی اقتصادیات میں پی ایچ ڈی کر رہے ہیں، بتایا کہ انہوں نے ۱۹۸۱ء میں اکنامکس میں پی ایچ ڈی کی اور اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد سے منسلک ہو گئے جہاں وہ تدریس کی ذمہ داری ادا کر رہے ہیں۔ اسلامی اقتصادیات پر ان کے تحقیقی مقالات چوٹی کے علمی و تحقیقی جرائد میں شائع ہوتے رہے ہیں۔

ڈاکٹر سید طاہر نے کہا کہ آنحضرت ﷺ کی بعثت کے وقت سود معیشت کا حصہ تھا۔ آپ کے دور میں سود کی حرمت کا حکم آیا تو آپ نے اس سود کے خاتمے کے لئے اقدامات کئے اور ہمیں غیر سودی نظام دیا۔ بعد میں ایک ہزار سال تک غیر سودی نظام قائم رہا۔ اب ہمارا کام اس متاعِ گم گشتہ کو تلاش کرنا ہے۔ کیونکہ آج کے دور میں اور حضورؐ کے دور میں کوئی بنیادی فرق واقع نہیں ہوا۔ صرف کچھ پیچیدگیاں پیدا ہو گئی ہیں جو ہمیں غیر سودی معیشت کی طرف پیش رفت میں ملحوظ رکھنی ہوں گی۔ انہوں نے کہا کہ بینک صرف سود کی بنیاد پر قرض دیتے ہیں۔ دوسری طرف depositor سے سود کی بنیاد پر قرض لیتے ہیں۔ اس کا متبادل یہ ہے کہ بینک وہ چیز خود خرید لے جس کے لئے گاہک بینک سے قرض لے رہا ہے اور گاہک کو بیع مؤجل کی بنیاد پر فروخت کر دے۔ ڈاکٹر طاہر نے شواہد و دلائل کی روشنی میں بتایا کہ بیع موجل، بیع سلم، مضاربہ اور مشارکہ کی بنیاد پر وہ تمام معاملات نہایت کامیابی کے ساتھ غیر سودی بنیادوں پر چلائے جا سکتے ہیں جو آج کے بینکنگ سسٹم کا خاصہ سمجھے جاتے ہیں اور اس طرح سود پر مبنی بینکنگ کے نظام سے بسہولت چھٹکارا پایا جا سکتا ہے۔

انہوں نے کہا کہ جب آپ بینکاری نظام سے غیر سودی نظام کی طرف پیش رفت کریں گے تو فطری وقت ضرور لگے گا۔ لیکن اس کے لئے کسی ایک طرف سے آغاز کرنا ہو گا۔ یہ نہیں کہ پہلے تمام تفصیلی نقشے بنائیں جائیں پھر اس کو نافذ کیا جائے، بلکہ درست طریقہ یہ ہے کہ درست سمت میں کام شروع کر دیا جائے۔

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے اپنی صدارتی تقریر میں کہا کہ بیع مؤجل اور بیع مرابحہ میں بھی ایک درجے میں سود کا عنصر موجود ہے۔ اس کی بنیاد پر جو نظام بنایا جائے گا وہ مادہ پرستانہ ہو گا۔ اسی طرح دورِ ملوکیت میں غیر حاضر زمینداری یعنی مزارعت اور بیع موجل کی شکل میں دو طرح کا سود اسلامی فقہ میں شامل ہوا۔ امام ابو حنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ نے مزارعت کو زمین کا سود قرار دیتے ہوئے اس کی حرمت کا فتویٰ دیا تھا لیکن بعد میں آنے والے فقہاء نے بعض شرائط کے ساتھ اس کے جواز کا فتویٰ دیا۔ اسی طرح بیع موجل کے جواز کا فتویٰ بھی محل نظر ہے اور اس کے بارے میں دو رائیں موجود ہیں۔ محترم ڈاکٹر صاحب نے فرمایا آج کے دور میں اگر بیع موجل کی بنیاد پر بینکنگ کا نظام تشکیل دیا جائے تب بھی ہم ۹۵ فیصد سود سے چھٹکارا حاصل کر لیں گے اور یہ بھی ایک بڑی کامیابی ہو گی اور فی الوقت یہی ممکن العمل بھی ہے۔ تاہم یہ ہماری منزل نہیں ہے۔ سود سے مکمل چھٹکارا اسلامی انقلاب کے بغیر ممکن نہیں۔ اور جب تک ایسا معاشرہ قائم نہیں ہو گا جو یہ طے کر لے کہ ہمیں اللہ کے احکامات کے مطابق چلنا ہے، اسلامی انقلاب نہیں آ سکتا۔ تاہم جب تک ایسے لوگ موجود نہ ہوں اس وقت تک اگر مذکورہ بالا فقہی معاملات کے تحت بھی معیشت کو لے آیا جائے تو بہت غنیمت ہے۔ انہوں نے کہا کہ الملحمة العظمٰی جو خیر و شر کا سب سے پہلا اور آخری معرکہ ہے، ہمارے دروازوں پر دستک دے رہا ہے۔ اگر ہم حق کی خاطر آج جانیں دینے اور مال لگانے کو تیار نہیں ہوں گے تو اس سودی ظالمانہ استحصالی نظام پر غالب نہیں آ سکتے۔

ڈاکٹر سید طاہر کے پر مغز لیکچر کے بعد حاضرین کو تحریری سوال کا موقع فراہم کیا گیا۔ سوالات کی کثرت کو دیکھتے ہوئے لوگوں کی اس اہم موضوع کے ساتھ دلچسپی کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا تھا۔ دونوں فاضل مقررین نے حاضرین کے سوالات کے جوابات دیئے۔ اجتماعی دعا پر یہ منفرد علمی محفل اختتام کو پہنچی۔

(رپورٹ: فرقان دانش خان)